کلاب
زہرہ
قصی
عبدالمناف
عبدالمناف
وہب
ہاشم
آمنہ
عبدالمطلب
عبداللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عظمت و مقام ابوین شریفین سید الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مرتبہ
گدائے کوچہ مرشد
محمد الیاس چشتی
ناشر
انجمن غلامان چشتیہ پاکستان
محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

عظمت و مقام
ابوین شریفین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سیّد الوریٰ
مرتبہ : محمد الیاس چشتی
انجمن غلامان چشتیہ پاکستان
محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیر آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : عظمت ومقام ابوین شریفین سید الوریٰ ﷺ

مرتبہ : محمد الیاس چشتی

اشاعت باراول : مارچ 2000 تعداد 1000

اشاعت باردوم : اکتوبر 2002 تعداد 1000

اشاعت بارسوم : اپریل 2007 تعداد 1000

ہدیہ : دعائے خیر بحق معاونین

نوٹ : بیرونی حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

باہتمام : صاجزادہ حافظ محمد عباس چشتی، صاجزادہ حافظ محمد اویس چشتی

پروف ریڈنگ : علامہ غلام احمد چشتی قبولوی، وزیرآباد

ناشر : انجمن غلامان چشتیہ پاکستان محلہ رحیم پورہ، الہ آباد، وزیرآباد

سرورق : طارق محمود چشتی محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیرآباد

کمپوزنگ : محمد رفیق ٹھٹھہ فقیر اللہ (پاکستان پرنٹرز وزیرآباد 0300-6261761)

ملنے کا پتہ : مدرسہ انوار مدینہ ضیائے کرم

محلہ رحیم پورہ، الہ آباد، وزیرآباد، ضلع گوجرانوالہ

یہ تصنیف لطیف

سیٹھ محمد ابراہیم اور ان کی اہلیہ، سیٹھ محمد شریف اور ان کی اہلیہ

اور محمد جمیل اور ان کی اہلیہ کے ایصال ثواب کیلئے

سیٹھ محمد شفیع صاحب کے تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب
والد ماجد کی طرف سے
والدہ ماجدہ کی طرف سے
کلاب
قصیٰ
عبدالمناف
ہاشم
عبدالمطلب
عبداللہ
زہرہ
عبدالمناف
وہب
آمنہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
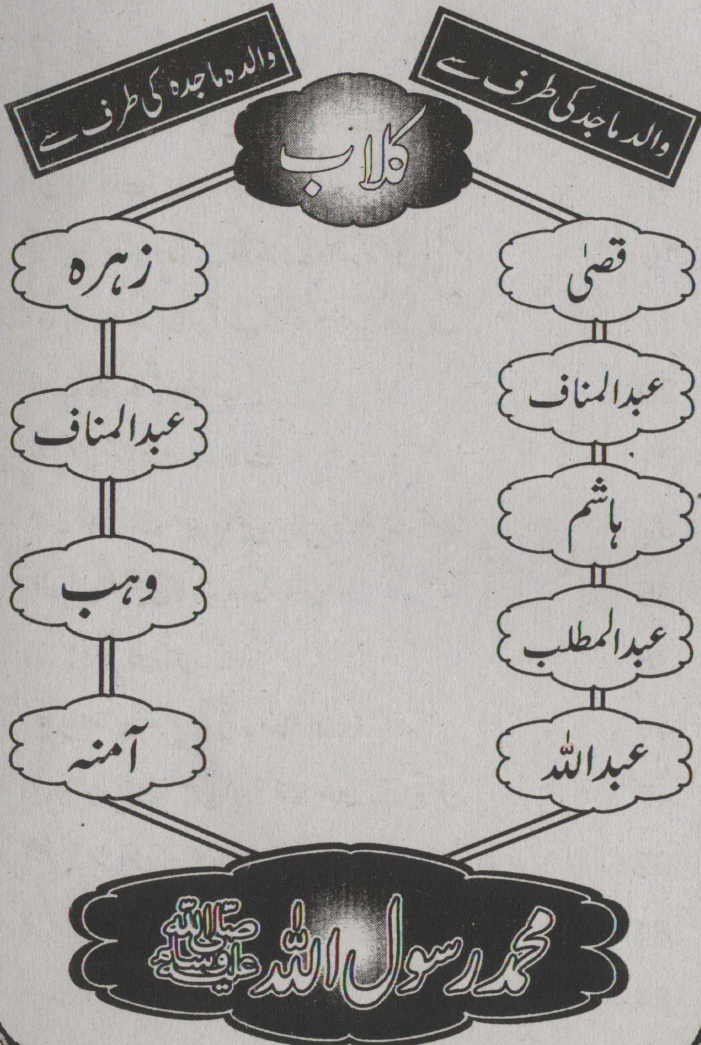
عکس جمال

انتساب

خاک کے ان مقدس ذروں کے نام جن میں
رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین
کے پاک وجود آسودہ ہیں
بوساطت
سیدی مرشدی حضور ضیاء الامت، فرید عصر

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ

نور اللہ مرقدہ
جن کے الطاف کریمانہ نے کئی
ذروں کو چمک عطا فرمائی
احقر العباد

گدائے کوچہ مرشد

محمد الیاس چشتی

ناظم اعلیٰ انجمن غلامات چشتیہ پاکستان
محلہ رحیم پورہ، الہ آباد تحصیل وزیر آباد

مجاہد تحریک ختم نبوت

امین امانات ضیاء الامتؒ، الحاج الحافظ حضرت پیر

محمد امین الحسنات شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کے قصرِ رفیع کی بنیاد محبت رسول ﷺ پر استوار ہے۔ آقائے کائنات ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔کوئی بھی انسان اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت اس کے دل میں اپنی جان، اولاد، والدین اور دنیا کے سارے انسانوں سے زیادہ نہ ہو''

یوں سمجھے!

دین اگر لعل ہے تو محبت رسول ﷺ اس کی آب ہے۔

دین اگر جسم ہے تو محبت رسول ﷺ اس کی روح ہے۔

دین اگر پھول ہے تو محبت رسول ﷺ اس کی خوشبو ہے۔

''محبت'' انسان کو آداب سکھاتی ہے۔اس کے دو تقاضے ہیں۔

(i) یہ ذکر محبوب ورد زبان کرتی ہے۔

(ii) محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر شے سے والہانہ عقیدت و تعظیم کا درس دیتی ہے۔

عشق و محبت کا مشہور ترین کردار قیس جب لیلیٰ کی محبت میں وارفتہ ہوا تو مجنوں نام پایا۔کسی نے اسے جنگل کی سنگلاخ زمین پر پرانے پتھروں کو چومتا پایا اور ازراہِ طنز

کہا لوگوں نے سچ کہا ہے کہ تو حواس کھو بیٹھا ہے۔ لیلیٰ کی محبت کا دعویدار ہوتے ہوئے آخران پتھروں کو چومنے کا کیا راز ہے؟ اس نے جواب دیا۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذالجدار و ذالجدار
فما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیار

ترجمہ: ''میں یہاں مطلق پتھروں کو نہیں چوم رہا بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں کبھی لیلیٰ رہائش پذیر تھی۔ میں ان کھنڈروں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ ان دیواروں نے میرا دل اپنی طرف مائل نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں انہیں اس ہستی کی وجہ سے چوم رہا ہوں جو کبھی یہاں رہائش پذیر تھی''۔

خود اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ بے شمار بزرگان دین نے ہر اس چیز کی تعظیم کی جس کا کسی لحاظ سے بھی حضور ﷺ سے تعلق تھا۔ حدیث کے سب سے پہلے امام حضرت امام مالکؒ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں دیواروں سے لپٹ کر بہ تکلف چلتے تھے۔ کسی نے پوچھا آپ گلیوں کے درمیان آسانی سے کیوں نہیں چلتے؟

آپ نے ارشاد فرمایا! مجھے کامل یقین ہے ہمارے آقا ﷺ ان گلیوں کے درمیان میں محوخرام ہوتے ہوں گے۔ میں بہ تکلف دیواروں کے ساتھ اس لئے چلتا ہوں کہیں میرا پاؤں اس جگہ نہ آجائے۔ جہاں میرے محبوب ﷺ کے قدم پاک لگے ہوں اور یہ چیز بے ادبی نہ بن جائے۔

آپؒ پوری زندگی مدینہ طیبہ کے مضافات میں قضائے حاجت کیلئے نہ گئے۔

بلکہ دور دراز جنگلوں میں چلے جاتے تھے۔ مقصود شہر نبی ﷺ کا احترام تھا۔ جب ان خاک کے ذروں کی یہ کیفیت ہے کہ اہل اسلام پر ان کا ادب اس لئے لازم ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ سے نسبت کا شرف حاصل ہے۔ تو وہ والدین کریمینؓ جن کے گھر میں عرب کا چاند طلوع ہوا ان کی کیفیت کیا ہوگی؟

اسلام کے خلاف جتنی بھی سازشیں ہوتی رہی ہیں ان کے کردار اسلام پر براہ راست حملہ آور نہیں ہوئے بلکہ بالواسطہ ہتھکنڈے استعمال کر کے اس کی آفاقی صداقتوں کو گھٹانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ عظمت مصطفی ﷺ کو کم کرنے کیلئے جو تحریکیں غیر مسلموں کی طرف سے ترتیب دی گئیں ان میں آپ کے والدین کریمین آپ کے اہل بیت اور صحابہ کبار کے بارے مومنوں کے دلوں میں تشکیک کے جراثیم پیدا کرنا ان کا لازمی حصہ ہے۔

ہماری امہات الکتب میں علماء اسلام نے ایسے نازک موضوعات کے بارے انتہائی محتاط اور موثر گفتگو کی۔ لیکن شومئی قسمت ہمارے عام قارئین کی رسائی ان تک ممکن نہیں۔

اس دور میں وہ لوگ انتہائی قابل قدر ہیں جو دیانت ومتانت سے ان کتب کا مفہوم عام مسلمانوں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

عزیز القدر مولانا محمد الیاس چشتی صاحب اس حوالہ سے انتہائی تحسین وتبریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے محنت کر کے ''عظمت و مقام ابوین شریفین سید الوریٰ'' ترتیب دی۔

اس مختصر سی کتاب میں جو تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اجمالی طور پر ان ساری مباحث کو سمیٹنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ جو عصر حاضر میں مرکز توجہ بنتی رہتی ہیں۔

اہل قلب ونظر کا فرض منصبی ہے کہ وہ اس مجموعہ کو زیادہ سے زیادہ مرکز توجہ سمجھیں اور جملہ اہل اسلام کے گھروں تک یہ پیغام پہنچانے کی سعادت حاصل کریں۔

میں توقع کرتا ہوں کہ محترم محمد الیاس چشتی صاحب یہ حسین سلسلہ جاری رکھیں گے اور محبت وعشق مصطفیٰ ﷺ کے دیپ جلا کر دلوں کی دنیا آباد کرتے رہیں گے۔

(آمین) **بجاہ طٰہٰ و یٰسین ﷺ**

پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب

(سجادہ نشین)

دربار عالیہ حضرت امیر السالکینؒ

بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

مسلک پاسبان رضا، مناظر اسلام

مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری اشرفیؒ

سابق خطیب جامع مسجد علامہ عبدالحکیمؒ۔ تحصیل بازار سیالکوٹ

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے والدین کریمینؓ کے ایمان پر کچھ لوگ امت مسلمہ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرر ہے ہیں۔ امت محمدیہ کے مقتدر محدثین نے اس مسئلہ کو اپنی تصانیف میں بڑے مستند دلائل سے بیان فرمایا ہے۔

مولانا محمد الیاس چشتی صاحب نے اسی مسئلہ کو بڑے خوبصورت اور مدلل انداز سے اپنی تالیف عظمت و مقام ابوین شریفین سید الوریٰ ﷺ میں تحریر فرمایا ہے۔ جو عشاق رسول ﷺ کے لئے ایک بہترین دستاویز ہے۔ یہ کتاب ہر مسلمان گھر میں ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے چشتی صاحب کی اس کاوش کو امت مسلمہ کے لئے نفع بخش بنائے۔ (آمین)

فقیر ابوالحامد

محمد ضیاء اللہ القادری الاشرفی غفرلہ

ایڈیٹر ماہ طیبہ۔ سیالکوٹ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ بروز جمعرات

قاری سعید احمد ارشد صاحب شجاع آبادی

مہتمم جامعہ صدیقیہ تجوید القرآن وزیر آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین، محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیات والثناء کے دست مبارک سے لگنے والے دستر خوان کو آگ میں ڈالا جائے تو آگ اسے جلانے سے قاصر ہے۔ قربان جائیں ان ذواتِ قدسیہ کے جن کے بطن اطہر میں محبوب خدا پرورش پاتے رہے۔ انکی عظمت وشان کا کیا کہنا۔ جو لوگ ان مبارک ہستیوں کے ایمان میں شک کرتے ہیں انہیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

فاضل محقق علامہ محمد الیاس چشتی صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کی عظمت وشان اور ان کے ایمان پر مدلل اور خوبصورت رسالہ تحریر کیا ہے۔ خداوند کریم مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور علامہ محمد الیاس چشتی صاحب کے زور قلم میں اضافہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

قاری سعید احمد ارشد

بانی ومہتمم جامعہ صدیقیہ تجوید القرآن۔ وزیر آباد

مولانا ملک عبدالقدوس صاحب

خطیب سی ایم ایچ گوجرانوالہ کینٹ
وبانی مجلس تحفظ ناموس اہل بیت - پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب علامہ محمد الیاس چشتی صاحب کی کتاب ''عظمت ومقام ابوین شریفین سید الوریٰ'' پڑھی مختصر اور جامع کتاب ہے۔ میں دیوبندیوں کے مدرسوں کا فارغ ہوں۔ میرا عقیدہ بھی ایمان والا نہیں تھا۔ بعد میں حضرت علامہ صائم چشتی کی مترجم کتب پڑھیں۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی ملتانیؒ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ پھر مقام اہل بیتؓ واضح ہوا ہے۔ کتاب کو پڑھ کر مزید علم میں اضافہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس چشتی صاحب کو مزید علمی کتب لکھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

ملک عبدالقدوس

عارضی پتہ: خطیب سی ایم ایچ گوجرانوالہ کینٹ
مستقل: سکنہ پنڈ سنگریال - پوسٹ آفس گولڑہ شریف
ضلع اسلام آباد

پیش لفظ

نبی کریم ﷺ کی محبت و عقیدت ایمان کی جان ہے اس میں کمی ایمان کو کمزور اور اس میں اضافہ ایمان کو مضبوط اور طاقتور بنا دیتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ ایسا عقیدہ و عمل بنائے جس سے اس عقیدت و محبت میں اضافہ ہو اور یہ محبت کا چشمہ ادب و احترام سے پھوٹتا ہے۔ آدمی جتنا ادب و احترام کرے گا اسی قدر اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوگی اور پھر صرف آپ ﷺ کی ذات کا ادب ہی نہیں بلکہ آپ کی طرف منسوب ہر بندے کا احترام لازم ہے۔ مثلاً آپ کے صحابہ کرام، آپ کے اہل بیت اطہار، آپکی ازواج مطہرات، آپ کے رشتہ دار خصوصاً آپ ﷺ کے والدین کریمین کا ادب و احترام ایک مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔

بعض لوگ اپنے ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ان ذوات مبارکہ پر طعن کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ ایمان پر نہ تھے۔ اس سے ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ایسے مسائل میں ادب و احترام کے پیش نظر خاموشی اختیار کی جاتی مگر افسوس کہ کچھ لوگ اس مسئلہ کی آڑ میں حضور پاک ﷺ کی بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ذات رسالتِ مآب ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اس لئے لازم تھا کہ ایمان کی حفاظت کیلئے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ ہر دور میں علماء نے کام کیا ہے۔ خصوصاً امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس موضوع پر چھ رسالے تصنیف فرمائے۔ اس سلسلہ میں زیرِ نظر مقالہ ایک ادنیٰ سی کوشش ہے شاید رحمت اللعالمین آقا ﷺ کے والدین کریمینؓ کی بارگاہ اقدس سے اسے شرف قبولیت عطا ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ حضور ﷺ کی محبت میں لکھے گئے رسالوں کی طرح اسے بھی عقیدت و محبت سے پڑھا جائیگا۔ اگر یہ کسی ایک قاری کی زندگی میں محبت رسول ﷺ کا چراغ روشن کردے اور ایک بندہ خدا کی بندگی اور رسول خدا ﷺ کی غلامی اور والدین مصطفیٰ ﷺ کا ادب دے سکے تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ حقیرانہ کاوش رب کی بارگاہ میں قبول ہوگئی۔

کتاب کا تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کتاب کی افادیت کے پیش نظر احباب کے اصرار پر کتاب کو دلکش انداز میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اپنے حبیب مکرم ﷺ کے والدین کریمین اور اولاد پاک کی محبت عطا فرمائے۔

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

اظہار تشکر

میں محترم و مکرم صاحبزادہ سید لخت حسنین شاہ صاحب چیئرمین مسلم ہینڈز انٹر نیشنل یو۔ کے، صاحبزادہ سید ضیاء النور شاہ صاحب کوارڈینیٹر مسلم ہینڈز پاکستان، حضرت علامہ مولانا غلام احمد چشتی، جناب ڈاکٹر محمد نعیم بٹ صاحب، جناب طارق محمود چشتی صاحب اور جناب محمود احمد کاشمیری صاحب کا شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے رسالہ کی ترتیب و تدوین میں میری معاونت فرمائی۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ مولا کریم ہماری اس کوشش کو قبول فرما کر ہمارے لئے اور ہمارے والدین اور اہل و عیال کیلئے ذریعہ نجات اور روز محشر آقا ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ اور میرے والد گرامی جناب صوفی محمد اسماعیل صاحب کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

گدائے کوچہ مرشد

محمد الیاس چشتی ناظم اعلیٰ

انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

محلہ رحیم پورہ، الہ آباد تحصیل وزیر آباد، ضلع گوجرانوالہ

نحمده و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد ! فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی السجدین ٥ صدق الله العظیم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا بیان

حضور نبی مکرم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں امت مسلمہ میں مندرجہ ذیل چار اقوال پائے جاتے ہیں۔

۱- ان کی موت دین ابراہیمی پر ہوئی۔
۲- وہ فوت تو دین فطرت پر ہوئے تھے مگر حضور ﷺ نے ان کو بطور معجزہ زندہ فرما کر اسلام کی دولت سے بھی نوازا اور مرتبہ صحابیت پر بھی فائز کیا۔
۳- وہ زمانہ فترت میں تھے۔
۴- ان کی موت کفر پر ہوئی۔ (نعوذ باللہ)

مندرجہ بالا اقوال میں سے چوتھا قول علماء نے رد فرما دیا ہے۔ باقی تین اقوال علماء کے ہاں مقبول ہیں۔ ان میں سے جو بھی لیا جائے کوئی حرج نہیں کیونکہ ان صورتوں میں وہ جنتی کہلائیں گے۔

ان کی موت دین ابراہیمی پر ہوئی

قرآن وحدیث کی بہت سی نصوص اس پر شاہد ہیں کہ آپ کے والدین کریمین اللہ تعالیٰ کو ماننے والے تھے۔ ہم ان میں سے بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قرآن اور آپ کا پاکیزہ رحموں میں منتقل ہونا:۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وتوكل على العزيز الرحيم الذى يراك حين تقوم و تقلبك فى السجدين ٥
(الشعراء:۲۱۷-۲۱۹)

آپ توکل اسی ذات پر کریں جو غالب و رحیم ہے۔ وہ (اللہ) آپ کو دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا ساجدین میں گردش کرنا بھی ملاحظہ کرتا ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اراد "تقلبك" فى اصلاب الانبياء من نبى الىٰ نبى حتى اخرجك فى هذه الامة٥ (الخازن:۵/۱۰۷)

یہاں گردش سے مراد انبیاء علیہ السلام کی مبارک پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس امت میں مبعوث ہوئے۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے۔

اى "تقلبك" من الاصلاب الطاهرة من اب الىٰ اب الى ان جعلك نبيا۔
(مسالک الحنفاء:۴۰)

یعنی گردش سے مراد پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ پشتوں کی طرف منتقل ہونا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نبی بنائے گئے۔

ساجدین سے مراد مومنین ہیں۔

آیت مبارکہ میں مفسرین نے ساجدین سے مراد مومنین لئے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ حضرت آدم وحوا علیہم السلام سے حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ علیہم السلام تک جن رحموں اور پشتوں میں جلوہ افروز رہے وہ تمام صاحب ایمان ہیں۔

تفسیر جمل میں ہے۔

ای ایرک متقلبا فی اصلاب و ارحام المؤمنین من لدن ادم و حواء الی عبداللہ و امنة فجمیع اصوله رجالا ونساء مومنون (الجمل:۳-۳۹۶)

اے محبوب ﷺ ! حضرت آدم وحوا سے لیکر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ تک کے رحموں اور پشتوں میں آپ منتقل ہوئے ان کو آپ کا رب ملاحظہ کررہا ہے۔ پس آپ کے تمام آباء و اجداد خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں تمام اہل ایمان میں سے ہیں۔

صاوی علی الجلالین میں ہے۔

المراد بالساجدین المومنون والمعنی یراك متقلبا فی اصلاب و ارحام المومنین من لدن آدم الی عبداللہ فاصوله جمعیاً مومنون

(صاوی ۳:۲۸۷)

ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک آپ نے جن جن مومنین کے رحموں اور پشتوں میں گردش کی اللہ تعالیٰ نے اسے ملاحظہ فرمایا (اس آیہ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے تمام آباء مومن تھے)

امام فخر الدین رازیؒ اسی آیت سے اس بات پر کہ حضور ﷺ کے والدین شریفین اہل ایمان تھے، استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان اباء الانبیاء ما کانو کفارا یدل علیه قوله تعالیٰ: الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین قیل معناه ینتقل نوره من ساجد الی ساجد (تفسیر کبیر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "الذی یرك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین" اس بات کا ثبوت ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے آباء اللہ کے منکر نہیں ہوسکتے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا یہ مفہوم بھی نقل کیا ہے کہ ''تقلبک'' سے مراد تنقل فی الاصلاب ہے۔ یعنی جب آپ کا نور یکے بعد دیگرے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتا چلا آرہا تھا تو اس وقت بھی آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو دیکھ رہا تھا کیونکہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کو قرآن کریم نے الساجدین (سجدہ کرنے والے) کہا ہے۔

وجوز حمل التقلب علی التنقل فی الاصلاب ان یراد بالساجدین المومنون واستدلال بالایة علی ایمان ابویہ کماذھب الیہ کثیر من اجلة اھل السنة۔

(مظہری بحوالہ ضیاء القرآن ۳/۴۲۱)

تقلب کو پاک پشتوں میں منتقل ہونے پر محمول کرنا جائز ہے اگر ساجدین سے مومنین مراد لئے جائیں۔ نیز اس آیت سے نبی پاک ﷺ کے والدین کے ایمان پر استدلال کرنا جائز ہے۔ اہلسنت کے جلیل القدر علماء نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

اس کے بعد علامہ محمود احمد آلوسی لکھتے ہیں۔

وانا اخشی الکفر علی من یقول فیھما علی رغم انف علی القاری و کافر بہ۔

(روح المعانی)

ملا علی قاری کی ناک خاک آلودہ ہو مجھے اس کے بارے میں ڈر ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے والدین کریمین کے حق میں بے ادبی کے کلمات کہتا ہے تو مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

اس کی تائید میں علامہ پانی پتی نے متعدد احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ما افترق الناس فرقتين الاجعلني الله من خير هما فاخرجت من بين ابوى ولم يصبني شيء عندالجاهلية خرجت من نكاح لم اخرج من سفاح من لدن ادم حتى انتهيت الى ابى و امى فانا خير كم نفساو خير كم ابا۔

(مظہری بحوالہ ضیاء القرآن: ۳/۴۲۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی نسل انسانی دو حصوں میں بٹی تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اس میں کیا جو دونوں سے بہتر تھا اپنے والدین کے ہاں میری ولادت ہوئی اس حال میں کہ مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے ملوث نہیں کیا آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک میرے آباؤ اجداد میں کوئی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا۔ میں تم سب سے نفس کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے بھی۔

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ فرماتے ہیں۔

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے آباءاجداد میں سے کوئی مشرک یا فاسق نہیں۔ کیونکہ مشرکین کے بارے میں صراحۃ مذکور ہے کہ **انما المشركون نجس** اور حضور ﷺ کے آباؤاجداد نجس نہیں ہوسکتے۔

(ضیاء القرآن۔۳:۴۲۱)

قرآن کریم اور آپ ﷺ کے والد گرامی کی قسم۔

قرآن مجید نے جہاں ذات مصطفوی ﷺ کی قسم کھائی ہے وہاں آپ ﷺ کے والدگرامی کی بھی قسم کھائی ہے اور قرآن کا یہ قسم کھانا آپ ﷺ کے نسب کی طہارت و

کرامت پر شاہد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و والد وما ولد (البلد۔۳) قسم ہے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔

اس آیۂ کریمہ میں ہر اس والد گرامی کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے جس کے صلب میں نور محمدی ﷺ نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کی پشت مبارکہ میں منتقل ہوا وہ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے صورت انسانی میں ظہور پذیر ہوا۔ گویا وہ تمام افراد جو نسب مصطفوی ﷺ میں شامل ہیں مورد قسم ٹھہرائے گئے۔

قرآن مجید نے والد کی قسم کھانے کے بعد اس مولود کی قسم وما ولد کہہ کر کھائی جس کے وسیلہ جلیلہ سے تمام سلسلہ نسب لائق قسم گردانا گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

المراد بالوالد ادم و ابراهیم علیهما السلام اوای والد کان "وماولد" محمد صلی الله علیه واله وسلم۔ (تفسیر مظہری۔۱۰:۲۶۴)

اس آیت میں لفظ والد سے مراد یا تو حضرت آدم وابراہیم علیہم السلام ہیں یا ہر والد مراد ہے اور وماولد سے مراد نبی اکرمؐ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

﴿قرآن پاک نے آپ ﷺ کے نسب کو تمام انساب سے اعلیٰ قرار دیا﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف الرحیم۔ (التوبۃ:۱۲۸)

بیشک تمہارے پاس وہ رسول آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت خواہاں ایمان والوں کے لیے نرم خو اور بے حد رحیم ہیں۔

مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ اس آیت کی تلاوت میں ''اَنْفُسِکُم'' کی بجائے ''اَنفَسِکُم'' فا کی زبر کے ساتھ پڑھا یعنی اسم تفضیل کے طور پر پڑھا۔

قرء رسول الله ﷺ لقد جاء کم رسول من انفسکم بفتح الفاء وقال انا انفسکم نسبا و صهرا وحسبا ليس من ابائی من لدن ادم سفاح۔

رسالت مآب ﷺ نے ،انفسکم ،کو فا کی زبر کے ساتھ تلاوت کیا اور فرمایا میں تم سب سے زیادہ پاکیزہ ہوں۔ میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک کسی نے بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی طہارت نسبی پر مذکورہ بالا ارشاد گرامی کی توثیق و تصدیق کی صورت میں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کے حسب ونسب کو بنی آدم میں سب سے افضل اور اعلیٰ قرار دیا اور یہ وضاحت فرمادی کہ میرے محبوب ﷺ کے تمام آباؤ اجداد سفاحت یعنی بدکاری سے پاک تھے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس ؓ سے بھی اس قرأت کے بارے میں نقل کیا ہے۔

احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کا نسب مبارک۔

جہاں رب العالمین نے آپ ﷺ کے اعلیٰ نسب کی تصدیق فرمائی وہاں نور رحمت للعالمین ﷺ نے بھی اپنے ارشادات عالیہ کے ذریعے اپنے نسب کی کرامت و طہارت کی نشاندہی بھی فرمادی تاکہ کسی شخص کو آپ ﷺ کے نسب کے بارے میں کسی بھی بدگمانی کی جرات نہ ہو۔

1- حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقتھم ثم خیر القبائل فجعلنی فی خیر ثم خیر البیوت فجعلنی فی خیر بیوتھم فانا خیر ھم نفسا و خیر ھم بیتا۔ (ترمذی ۲۔۶۶۲)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں شامل کیا پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا۔ جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ خاندان عطا فرمایا۔ میں ازروئے ذات اور خاندان سب سے افضل ہوں۔

2- دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات۔ (ترمذی)

مجھے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔

3- مسند بزاز میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ قریش کے کچھ لوگ میری پھوپھی صاحبہ حضرت سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب کی خدمت میں آئے اور انہوں نے اپنے نسب پر تفاخر کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا نسب سب لوگوں سے اعلیٰ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نسب ہی سب سے اعلیٰ ہوسکتا ہے نہ کہ تمہارا۔ اس پر وہ تمام لوگ غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ایسے ہے جیسے کوئی کھجور کا پودا کسی کوڑے کرکٹ سے اگ آئے۔

حضرت صفیہ نے یہ تمام واقعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کیا تو!

فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امر بلالا فنادی فی الناس فقام علی المنبر۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو جمع کرو۔ اسکے بعد اپنے مقدس منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا!

ایھا الناس !من انا؟	اے لوگو! میں کون ہوں۔
قالو انت رسول الله !	عرض کیا گیا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد فرمایا

انسبونی!	میرا نسب بیان کرو!
فقالو محمد ﷺ ابن عبدالله بن عبدالمطلب۔	عرض کیا گیا۔ محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا!

فمابال اقوام ینزلون اصلی فو الله انی لا فضلھم اصلا و خیر ھم مرضعا۔ (مسالک الحنفاء بحوالہ مسند بزاز ۱۳۲)	اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے نسب کو کم تصور کرتی ہے اللہ کی قسم بیشک میں نسب کے لحاظ سے ان سے افضل ہوں اور رضاعت کے اعتبار سے بھی افضل ہوں۔

ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

فانا خیر ھم نسبا و خیر ھم بیتا۔ (ترمذی ۲:۲۶۶)	میں نسب اور خاندان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔

4- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آقائے دو جہاں ﷺ نے اپنی اور اپنے خاندان کی فضیلت کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا!

قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم ار رجلا افضل من محمد عليه الصلوة والسلام ولم ار بنی اب افضل من بنی هاشم۔
(مشکوۃ المصابیح۔۵۱۱ نشر الطیب ۲۶)

میں نے زمین کے تمام گوشے مشارق و مغارب گھوم کر دیکھے ہیں لیکن کوئی شخص آپ علیہ وسلم سے افضل نظر نہیں آیا اور نہ ہی کوئی خاندان بنی ہاشم کے خاندان سے بڑھ کر افضل دکھائی دیا!

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری

وعن واثلة بن الاسقع قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ان الله اصطفى كنانة من ولد اسمعيل واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث۔۵۸۲۱، ترمذی رقم الحدیث ۱۵۲۹)

واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو افضل بنایا۔ اور مجھے بنی ہاشم میں خلعت اصطفائی پہنائی گئی۔

عن ابی هريره رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم بعثت من خير القرون بنی آدم قرنا فقرنا حتیٰ كنت من القرنی الزی كنت منه۔
(بخاری شریف، الخصائص الکبریٰ ۱/۷۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت خیر قرون بنی آدم میں قرن بعد قرن ہوئی اور یہاں تک کہ میں اس خاندان میں مبعوث ہو گیا جس میں اب ہوں۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں حضور علیہ وسلم کے آباء و اجداد کی سیرت طیبہ کے کچھ پہلوؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا شجرہ نسب حضرت عبداللہؓ کی جانب سے :-

حضور اقدس ﷺ کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ، بن عبداللہ بن، عبدالمطلب، بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان۔

(بخاری شریف-باب مبعث النبی ﷺ)

آپ ﷺ کا شجرہ نسب حضرت آمنہؓ کی جانب سے :-

حضرت محمد ﷺ بن آمنہ، بنت وہب، بن عبدمناف، بن زہرہ، بن کلاب، بن مرہ۔ حضور علیہ السلام کے والدین کا نسب نامہ ''کلاب بن مرہ'' پرمل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ ''عدنان'' تک آپ کا نسب نامہ صحیح سندوں کے ساتھ باتفاق مورخین ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد ناموں میں بہت کچھ اختلاف ہے اور حضور ﷺ جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تھے تو ''عدنان'' ہی تک ذکر فرماتے تھے۔ (کرمانی بحوالہ حاشیہ بخاری-1/543)

مگر اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ''عدنان'' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔

خاندانی شرافت :-

حضور اکرم ﷺ کا خاندان ونسب، نجابت وشرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اشرف واعلیٰ ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے کہ آپ کے بدترین دشمن کفار مکہ بھی کبھی اس

کا انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان نے جب وہ کفر کی حالت میں تھے۔ بادشاہ روم ہرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ ''**ھو فینا ذو نسب**'' یعنی نبی ﷺ ''عالی خاندان'' ہیں۔ (بخاری شریف ۱/۴)

حالانکہ اس وقت وہ آپ کے بدترین دشمن تھے اور چاہتے کہ اگر ذرا بھی کوئی گنجائش ملے تو آپ کی ذات پاک پر کوئی عیب لگا کر بادشاہ روم کی نظروں سے آپ کا وقار گرادیں۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ''کنانہ'' کو برگزیدہ بنایا۔ اور ''کنانہ'' میں سے ''قریش'' کو چنا اور قریش میں سے ''بنی ہاشم'' کو منتخب فرمایا اور ''بنی ہاشم'' میں سے مجھ کو چن لیا۔

(مشکوٰۃ فضائل سید المرسلین)

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

لَہُ النَّسَبُ الْعَالِیُ فَلَیْسَ کَمِثْلِہٖ
حَسِیْبُ نَسِیْبُ مِنْھُمْ مُتَکَرِّمُ

''یعنی حضور انور ﷺ کا خاندان اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ کوئی بھی حسب ونسب والا اور نعمت و بزرگی والا آپ کے مثل نہیں ہے''

حضرت فہر بن مالک:۔

حضور اقدس ﷺ کے خاندان نبوت میں سبھی حضرات اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بڑے نامی گرامی ہیں مگر چند ہستیاں ایسی ہیں جو آسمان فضل وکمال پر چاند تارے بن کر چمکے ہیں۔ ان باکمالوں میں سے ''فہر بن مالک'' بھی ہیں۔ ان کا لقب ''قریش'' ہے اور ان کی اولاد قریشی ''یا قریش'' کہلاتی ہے۔

''فہر بن مالک'' قریش اس لئے کہلاتے ہیں کہ ''قریش'' ایک سمندری جانور کا نام ہے۔ جو بہت ہی طاقتور ہوتا ہے اور سمندری جانوروں کو کھا ڈالتا ہے۔ یہ تمام جانوروں پر ہمیشہ غالب رہتا ہے، کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ چونکہ ''فہر بن مالک'' اپنی شجاعت اور خداداد طاقت کی بنا پر تمام قبائل عرب پر غالب تھے اس لئے تمام اہل عرب ان کو ''قریش'' کے لقب سے پکارنے لگے۔ چنانچہ اس بارے میں ''شمرخ بن عمرو حمیری'' کا شعر بہت مشہور ہے کہ۔

وقریش هی التی تسکن البحر
بها سمیت قریش قریشا

''یعنی قریش ایک جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے اسی کے نام پر قبیلہ قریش کا نام قریش رکھ دیا گیا''

(زرقانی علی المواہب ۱/۷۶)

حضور ﷺ کے ماں باپ دونوں کا سلسلہ نسب ''فہر بن مالک'' سے ملتا ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ ماں باپ دونوں کی طرف سے قریشی ہیں۔

حضرت ہاشم :-

حضور ﷺ کے پردادا ہاشم بڑی شان وشوکت کے مالک تھے۔ ان کا اصلی نام عمرو تھا۔ انتہائی بہادر، بے حد سخی اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورہ کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو ''ہاشم'' روٹیوں کا چورہ کرنے والا کہنے لگے۔ (مدارج النبوہ ۲/۸)

چونکہ یہ عبد مناف کے سب لڑکوں میں بڑے اور باصلاحیت تھے۔ اس لئے

عبد مناف کے بعد کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے، بہت حسین و خوبصورت اور وجیہہ تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو ان کی شادی مدینہ میں قبیلہ خزرج کے ایک سردار عمرو کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جن کا نام سلمیٰ تھا اور ان کے صاحبزادے عبدالمطلب مدینہ ہی میں پیدا ہوئے۔ چونکہ ہاشم پچیس سال کی عمر پا کر ملک شام کے راستہ میں بمقام ''غزہ انتقال کر گئے۔ اس لئے عبدالمطلب مدینہ ہی میں اپنے نانا کے گھر پلے بڑھے۔ اور جب سات یا آٹھ سال کے ہو گئے تو مکہ آ کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہنے لگے۔

حضرت عبدالمطلبؓ:-

حضور اقدس ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ کا اصلی نام شیبہ ہے۔ یہ بڑے ہی نیک نفیس اور عابد و زاہد تھے۔ ''غار حرا'' میں کھانا پانی ساتھ لے کر جاتے اور کئی کئی دنوں تک لگا تار خدا کی عبادت میں مصروف رہتے۔ رمضان شریف کے مہینے میں اکثر غار حرا میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور خدا کے دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا نور ہدایت ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور ان کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اہل عرب خصوصاً قریش کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ مکہ والوں پر جب کوئی مصیبت آتی یا قحط پڑ جاتا تو لوگ عبدالمطلب کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ جاتے اور بارگاہ خداوندی میں ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے تھے تو دعا مقبول ہو جاتی تھی۔ یہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے لوگوں کو بڑی سختی کے ساتھ روکتے تھے۔ اور چور کا ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے۔ اپنے دستر خوان پر پرندوں کو بھی کھلایا کرتے تھے۔ اس لئے ان کا لقب ''مطعم الطیر'' (پرندوں کو کھلانے والا) ہے۔ شراب اور زنا کو حرام جانتے تھے اور عقیدہ کے لحاظ سے موحد تھے۔ زمزم شریف کا کنواں جو بالکل بند ہو گیا تھا۔ آپ ہی نے اس کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا اور لوگوں کو آبِ زم زم

سے سیراب کیا۔ آپ بھی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔ اصحاب فیل کا واقعہ آپ ہی کے زمانہ میں پیش آیا۔ ایک سوبیس برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

(زرقانی علی المواہب-۱/۷۲)

اصحاب فیل کا واقعہ:-

حضور ﷺ کی پیدائش سے صرف پچپن دن پہلے یمن کا بادشاہ ''ابرہہ'' ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ ڈھانے کے لئے مکہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ''ابرہہ'' نے یمن کے دارالسلطنت ''صنعاء'' میں ایک بہت ہی شاندار اور عالیشان گرجا گھر بنایا اور یہ کوشش کرنے لگا کہ عرب کے لوگ بجائے خانہ کعبہ کے یمن آکر اس گرجا گھر کا حج کیا کریں۔ جب مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا تو قبیلہ ''کنانہ'' کا ایک شخص غیظ وغضب میں جل بھن کر یمن گیا اور وہاں جا کر گرجا گھر میں پاخانہ کر کے اس کو نجاست سے لت پت کر دیا۔ جب ابرہہ نے یہ واقعہ سنا تو وہ طیش میں آپے سے باہر ہو گیا اور خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر حملہ کر دیا اور اس کی فوج کے اگلے دستہ نے مکہ والوں کے تمام اونٹوں اور دوسرے مویشیوں کو چھین لیا۔ اس میں دو سو یا چار سو اونٹ حضرت عبدالمطلبؓ کے بھی تھے۔ (زرقانی-۱/۸۵)

حضرت عبدالمطلبؓ کو اس واقعہ سے بڑا رنج پہنچا۔ چنانچہ آپ اس معاملہ میں گفتگو کرنے کے لئے اس کے لشکر میں تشریف لے گئے۔ جب ابرہہ کو معلوم ہوا کہ قریش کا سردار اس سے ملاقات کرنے کے لئے آیا ہے تو اس نے آپ کو اپنے خیمہ میں بلا لیا اور جب عبدالمطلب کو دیکھا کہ ایک بلند قامت، رعب دار اور نہایت ہی حسین و جمیل آدمی ہیں جن کی پیشانی پر نور نبوت کا جاہ وجلال چمک رہا ہے تو صورت دیکھتے ہی ابرہہ مرعوب ہو گیا۔ اور بے اختیار تخت شاہی سے اتر کر آپ کی تعظیم وتکریم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے برابر بٹھا کر دریافت کیا کہ کہیے سردار قریش! یہاں آپ کی

تشریف آوری کا کیا مقصد ہے؟ عبد المطلب نے جواب دیا کہ ہمارے اونٹ اور بکریاں وغیرہ جو آپ کے لشکر کے سپاہی ہانک لائے ہیں۔ آپ ان سب مویشیوں کو ہمارے سپرد کر دیجئے۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ اے سردار قریش! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ بہت ہی حوصلہ مند اور شاندار آدمی ہیں مگر آپ نے مجھ سے اونٹوں کا سوال کر کے میری نظروں میں اپنا وقار کم کر دیا۔ اونٹ اور بکری کی کیا حقیقت؟ میں تو آپ کے کعبہ کو توڑ پھوڑ کر برباد کرنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ حضرت عبد المطلب نے کہا کہ مجھے تو اپنے اونٹوں سے مطلب ہے کعبہ میرا گھر نہیں بلکہ وہ خدا کا گھر کا ہے وہ خود اپنے گھر کو بچالے گا۔ مجھے کعبہ کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ یہ سن کر ابرہہ اپنے فرعونی لہجہ میں کہنے لگا کہ اے سردار مکہ سن لیجئے میں کعبہ کو ڈھا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا اور روئے زمین سے اس کا نام و نشان مٹا دوں گا۔ کیونکہ مکہ والوں نے میرے گرجا گھر کی بڑی بے حرمتی کی ہے۔ اس لئے میں اس کا انتقام لینے کے لئے کعبہ کو مسمار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ عبد المطلب نے فرمایا کہ پھر آپ جانیں اور خدا جانے۔ میں آپ سے سفارش کرنے والا کون؟ اس گفتگو کے بعد ابرہہ نے تمام جانوروں کو واپس کر دینے کا حکم دیدیا اور عبد المطلب تمام اونٹوں اور بکریوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے آئے اور مکہ والوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے مال مویشیوں کو لے کر مکہ سے باہر نکل جاؤ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور دروں میں چھپ کر پناہ لو۔ مکہ والوں سے یہ کہہ کر پھر خود اپنے خاندان کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور دروازہ کا حلقہ پکڑ کر انتہائی بے قرار اور گریہ وزاری کے ساتھ دربار خداوندی میں اس طرح دعا مانگنے لگے کہ

لا ھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع حلالک

لا یغلبن صلیبھم و محالھم عدوا محالک

"اے اللہ! بے شک ہر شخص اپنے اپنے گھر کی حفاظت

کرتا ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما اور ان کی
صلیب غالب نہ آجائے انہوں نے اپنی قوت کو تیری قوت
کے سامنے رکھا ہے۔''

حضرت عبدالمطلبؓ نے یہ دعا مانگی اور اپنے خاندان والوں کو ساتھ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اور خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنے لگے۔ ابرہہ جب صبح کو کعبہ ڈھانے کے لئے اپنے لشکر جرار اور ہاتھیوں کی قطار کے ساتھ آگے بڑھا اور مقام ''مغمس'' میں پہنچا تو خود اس کا ہاتھی جس کا نام ''محمود'' تھا ایک دم بیٹھ گیا۔ ہر چند مارا، اور بار بار للکارا مگر ہاتھی نہیں اٹھا۔ اسی حالت میں قہر الٰہی ابابیلوں کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور ننھے ننھے پرندے جھنڈ کے جھنڈ جن کی چونچ اور پنجوں میں تین تین کنکریاں تھیں سمندر کی جانب سے حرم کعبہ کی طرف آنے لگے، ابابیلوں کے ان دل بادل لشکروں نے ابرہہ کی فوجوں پر اس زور شور سے سنگباری شروع کردی کہ آن کی آن میں ابرہہ کے لشکر اور اس کے ہاتھیوں کے پرخچے اڑ گئے۔ ابابیلوں کی سنگباری خداوند قہار و جبار کے قہر و غضب کی ایسی مار تھی کہ جب کوئی کنکری کسی فیل سوار کے سر پر پڑتی تھی تو وہ اس آدمی کے بدن کو چیر کر ہاتھی کے بدن سے پار ہو جاتی تھی۔ ابرہہ کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا۔ اور سب کے سب ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں سمیت اس طرح ہلاک و برباد ہو گئے کہ ان کے جسموں کی بوٹیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی ''سورہ فیل'' میں خداوند قدوس نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

الم تر کیف فعل ربك باصحب الفیل ٥
الم یجعل کیدهم فی تضلیل ٥ وارسل علیهم
طیراً ابابیل ٥ ترمیهم بحجارۃ من
سجیل ٥ فجعلهم کعصفٍ ماکول ٥

''یعنی (اے محبوب ﷺ) کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ
کے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کرڈالا؟ کیا ان کے
داؤں کو تباہی میں نہ ڈالا؟ اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں
بھیجیں تا کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے ماریں تو انہیں
چبائے ہوئے بھس جیسا بناڈالا''

جب ابرہہ اور اس کے لشکروں کا یہ انجام ہوا تو حضرت عبدالمطلبؓ پہاڑ سے نیچے اترے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ان کی اس کرامت کا دور دور تک چرچا ہو گیا اور تمام اہل عرب ان کو ایک خدارسیدہ بزرگ کی حیثیت سے قابل احترام سمجھنے لگے۔ (سیرت مصطفیٰ ﷺ ۳۸ تا ۴۱)

حضرت عبداللہؓ

آپ حضور رحمت ﷺ کے والد ماجد ہیں۔ یہ عبدالمطلبؓ کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لئے حسن وخوبی کے پیکر اور جمال صورت وکمال سیرت کے آئینہ دار، اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت عبداللہ کے متعلق کسی مورخ نے کبھی بھی بتوں کی پرستش کا ذکر نہیں کیا۔ قبیلہ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی خواستگار تھیں، مگر حضرت عبدالمطلبؓ ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب ونسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن حضرت عبداللہ شکارؒ کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تھے۔ ملک شام کے یہودی علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخرالزمان ﷺ کے والدِ ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو بارہا قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل

میں گئی کہ حضرت عبداللہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل وکرم سے بچالیا۔ عالمِ غیب سے چند ایسے سوار ناگہاں نمودار ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے تھے۔ ان سواروں نے آ کر یہودیوں کو مار بھگایا اور عبداللہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچادیا۔

''وہب بن مناف'' بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا اس لئے ان کو حضرت عبداللہ سے بے انتہاء محبت وعقیدت پیدا ہوگئی اور گھر آ کر یہ عزم کرلیا کہ میں اپنی نور نظر ''آمنہ'' کی شادی حضرت عبداللہ ہی سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے حضرت عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ خدا کی شان کہ حضرت عبدالمطلب اپنے نور نظر حضرت عبداللہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے وہ ساری خوبیاں ''حضرت آمنہ'' بنت وہب میں موجود تھیں۔ عبدالمطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کرلیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ کا حضرت بی بی آمنہ سے نکاح ہو گیا اور نور محمدی ﷺ حضرت عبداللہ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گیا اور جب حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو کھجوریں لینے کے لئے مدینہ بھیجا بعض کہتے ہیں تجارت کے لئے ملک شام روانہ کیا۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننہال ''بنو عدی بن نجار'' میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وصال فرما گئے۔ اور وہیں ''دار نابغہ'' میں مدفون ہوئے۔

(زرقانی علی المواہب ۱۰۱/۱، مدارج النبوۃ ۱۴/۲)

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبدِالمطلب کو حضرت عبداللہ کی بیماری

کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے سب سے بڑے لڑکے ''حارث'' کو مدینہ بھیجا۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہ راہی ملک بقا ہو چکے تھے۔ حارث نے مکہ واپس آ کر جب وفات کی خبر سنائی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اور بنو ہاشم کے گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ خود حضرت آمنہ نے اپنے مرحوم شوہر کا ایسا پر درد مرثیہ کہا ہے کہ جس کو سن کر آج بھی دل درد سے بھر جاتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات پر فرشتوں نے غمگین ہو کر بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ الٰہی تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ حضرت حق نے فرمایا کیا ہوا؟ میں اس کا حامی و حافظ ہوں

(مدارج النبوۃ: ۲/۱۴)

حضرت عبداللہ کا ترکہ ایک لونڈی ''ام ایمن'' جس کا نام ''برکہ'' تھا۔ پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں تھیں۔ یہ سب ترکہ حضور سرور عالم ﷺ کو ملا۔ ''ام ایمن'' بچپن میں حضور اقدس ﷺ کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ آپ کی تمام ضروریات کا خیال رکھتیں۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ تمام عمر ''ام ایمن'' کی دلجوئی فرماتے رہے۔ اپنے محبوب متبنیٰ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کے شکم سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے۔

حضرت عبداللہ کا تقویٰ اور کمال عصمت وطہارت:-

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو لے کر نکلے تا کہ ان کا کہیں نکاح کر دیا جائے آپکا تبالہ (ایک یمنی شہر) کی ایک یہودی کاہنہ عورت پر گزر ہوا جسے فاطمہ بنت مرخشعمیہ کہتے تھے اس نے رخ عبداللہ میں نور نبوت چمکتا دیکھا تو کہنے لگی اے نوجوان اگر تم ابھی مجھ سے مباشرت کرو گے تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا!

اما الحرام فالممات دونه والحل لا فاستبینه فکیف لی الامر الذی تبغینه۔

جو حرام کام ہو اس سے دور رہنے کیلئے موت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ رہا حلال کام تو وہ یہاں تمہارے پاس نہیں کہ میں اسکی جستجو کروں۔ تو پھر میں تمہاری خواہش کیسے پوری کرسکتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ۔۱۲۳)

پھر آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ آگے چلے گئے۔ انہوں نے آپ کا نکاح آمنہ بنت وہب سے کردیا آپ اپنی زوجہ محترمہ کے پاس تین دن رہے۔ پھر اسی فاطمہ مرخشعمیہ کے پاس سے گزرے تو وہ کہنے لگی۔ اے عبداللہ تو نے میرے بعد اور کیا کیا؟ فرمایا میرے والد نے آمنہ بنت وہب سے میرا نکاح کردیا ہے۔ اور میں وہاں تین دن رہا وہ کہنے لگی خدا کی قسم میں بدکار عورت نہیں تھی لیکن میں نے تمہارے چہرے پر ایک نور دیکھا میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا اسے رکھ دیا پھر وہ کہنے لگی۔

انی رایت حخیلته لمعت . فتلا لات بحنا تم القطر

فلمائها نور یضیی به ماحوله کاضائة البدر

ورجوته فخرا ابوء به ماکل قادح زنده یودی

لله ماذ هربة سلبت ثوبیك مااستلبت وماتدری

(۱) میں نے ایک بجلی (نور وروشنی) چمکتی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگادیا تھا۔

(۲) اس بجلی میں وہ نور تھا جو اپنے ماحول کو روشن کررہا تھا۔ جیسے چودھویں کے چاند کی روشنی

(۳) میں نے اسے حاصل کرنا چاہا تاکہ اس پر فخر کرتی رہوں مگر ہر پتھر رگڑنے والا آگ نہیں پیدا کرلیتا۔

(۴) مگر اس زہری عورت (حضرت آمنہ) کی عظمت اللہ ہی کی عطا ہے جس نے

(اے عبداللہ) تمہارے دونوں کپڑے (نبوت اور حکومت) لے لئے۔ اس نے کیا لے لیا وہ کیا جانے؟ (دلائل النبوۃ۔۱۲۲)

معلوم ہوا کہ جناب عبداللہ کتنے متقی تھے۔ اور والد سید الانبیا ﷺ کی شان کے لائق بھی یہی عصمت وعفت ہے کیونکہ نبی دو عالم ﷺ کے ارشادات جو سابقہ صفحات میں گزر چکے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کیا ہے تو ان ارشادات کی روشنی میں حضرت عبداللہ کے خیالات ایسے ہی پاکیزہ ہونے چاہئیں تھے۔ مجھے بتلایا جائے کہ جس مرد کو حسین ترین اور دولت مند عورت دعوتِ گناہ دے لیکن وہ غیرت مند مرد اپنی طہارت کو محفوظ رکھنے کیلئے اس کی دولت کو ٹھکرا دے اس سے بڑا متقی اور خوفِ خدا کا مالک کون ہوسکتا ہے۔

علامہ صلاح صفدیؒ نے اپنے تذکرہ میں رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کے یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

لقد حکم السارون فی کل بلدة ۔۔۔ بان لنا فضلا علی سادة الارض

وان ابی ذو المجد و اسؤد الذی ۔۔۔ یشار بہ ما بین نشوہ الی حفض

وجد وابآء لہ اثلو العلا ۔۔۔ قدیما بطیب والحسب المحض

ترجمہ: ہر ملک کے مسافروں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہمیں زمین کے سرداروں پر فضیلت و بزرگی حاصل ہے اور میرے والد ایسی سرداری اور بزرگی والے ہیں جس کی طرف ہر نشیب و فراز سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد قدیم سے ہی پاک حسب والے ہیں۔ (سیرت الرسول پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ۲:۵۰۳)

محسنہ کائنات سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا

حضرت آمنہ کی حیات طیبہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی میں شرک اور بت پرستی کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا اس کے برعکس ایسے بہت سے احوال ہیں جو ان کی فکری راست روی، توحید پسندی، خدا اور آخرت پر ایمان اور درست عقیدے پر دلالت کرتے ہیں دوسرے لوگ تو صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد و بعثت کے بارے میں سن کر راہ حق کے مسافر بنے تھے مگر حضرت آمنہ نے بچشم خود آمد مصطفیٰ ﷺ کا مشاہدہ کیا تھا۔ انوار کی بارش دیکھی خواب میں اور پھر بیداری میں ملک شام کے محلات کا نظارہ کیا تھا غیبی ہدایات پائی تھیں اور آسمانی مبارک بادیں وصول کی تھیں۔ حضرت حلیمہ جب حضور پاک ﷺ کو لے کر آئیں تو وہ شق صدر کے واقعہ کے باعث پریشان تھیں آپ نے حضرت حلیمہ اور اس کے شوہر کو فرمایا۔

اخشیتما علیه الشیطان کلا واللہ ما للشیطان علیه سبیل وانه لکائن لابنی هذا شان۔	کیا تمہیں اس پر شیطانی اثرات کا اندیشہ ہے بخدا شیطان کو اس پر کوئی قدرت نہیں ہو سکتی میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔

مدینہ طیبہ میں یہود کو کہتے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں تو ان کے یقین میں اضافہ ہوا پھر وفات کے وقت جو اشعار کہے ان میں رب کریم کی جلالت و قدرت کو حضور ﷺ کی بعثت پر یقین کا واضح اشارہ موجود ہے۔ اور مزید یہ کہ جو آپ نے اشعار اپنی وفات کے وقت کہے وہ بھی آپ کے ایمان پر وکیل ہیں۔

امام ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ اسماء بنت ابی رھم اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ حضرت آمنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں

نے دیکھا کہ حضور ﷺ شان معصومیت کے ساتھ اپنی والدہ کی وفات کے وقت ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت آمنہ نے آخری وقت بڑی حسرت کے ساتھ حضور پاک ﷺ کے چہرہ اقدس پر پیار بھری نظر ڈالی یہ شعر کہے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

بارك فيك الله من غلام — يا ابن الذى منهم حومه الحمام

نجابعون الملك المنعام — فودى غداة الضرب باالسهام

بمائة من اهل سوام — ان صح ما ابصرت فى المنام

فانت مبعوث الى الانام — من عند ذى الجلال والاكرام

تبعث فى لحل و فى الحرام — تبعث بالتحقيق و الاسلام

دين ابيك البر ابراهام — فالله انهاك عن الاصنام

ان لا تواليها مع الاقوام

ترجمہ: اے بیٹے ! اللہ تجھے برکت دے عظیم باپ کے فرزند جس نے بادشاہ حقیقی اور منعم کائنات کی عنایت ومہربانی سے زبردست موت کے آہنی چنگل سے نجات حاصل کی چنانچہ جس روز قرعہ اندازی ہوئی تو ان کے بدلے سو چرنے والے اونٹ قربان کیے گئے۔ میرے پیارے محمد ﷺ جو خواب میں نے دیکھے ہیں اگر وہ سچ ہیں تو میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں تو جلیل و کریم رب تعالیٰ کی طرف سے نبی بن کر مخلوق خدا کی طرف مبعوث ہونیوالا ہے۔ تو حق وصداقت اور اپنے دادا حضرت ابراہیم کے دین اور اسلام کی روشنی کے ساتھ حرم اور غیر حرم کے علاقوں کی طرف مبعوث ہوگا۔ پوری قوم بتوں کی پرستش اور ان کی محبت میں گرفتار ہے لیکن اللہ پاک نے تجھے ان خرافات سے روک دیا ہے کہ آپ ان بت پرستوں سے دوستی نہ کریں۔

(الخصائص الکبریٰ۔ امام جلال الدین سیوطی۔ شرح المواہب الدنیہ۔ امام زرقانی)

ان اشعار کے بعد حضرت آمنہ کے آخری کلمات یہ تھے۔

كل حي ميت وكل جديد بال وكل كبير يفنى وانا ميتة وذكري باق ولدت طهرا وقد تركت خيرا۔ (الخصائص الکبری)

ہر زندہ نے مرنا ہے اور ہر نئے سے پرانا ہونا ہے۔ اور ہر بڑا فنا ہوگا۔ اب میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر دنیا میں باقی رہے گا۔ کیونکہ میں ایک پاکیزہ بچے کو جنم دے چلی ہوں اور خیر کو چھوڑ رہی ہوں۔

ہو درود تجھ پہ بھی آمنہ تیرے چاند پر بھی سلام ہو

تیری گود کتنی عظیم ہے ملا تجھ کو ماہ تمام ہے

اللهم صلى علىٰ سيدنا مولانا محمد
وعلىٰ اٰل سيدنا ومولانا محمد وبارك وسلم

والدین شریفین کا زندہ ہو کر اسلام لانا

بعض روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے والدین کریمین موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے اور ان کی یہ زندگی آقائے دوجہاں ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات میں سے ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر رسالت مآب ﷺ قبرستان حجون میں تشریف لے گئے۔

نزل الحجون حزینا فاقام بها ماشاء الله عزوجل ثم رجع مسرورا

(المعجم الاوسط)

اور کیفیت یہ تھی کہ آپ نہایت ہی پریشان اور غمگین تھے وہاں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق آپ ﷺ ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد خوشی کی حالت میں آپ ﷺ واپس ہمارے پاس تشریف لائے۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پہلے غمگین تھے مگر واپسی پر نہایت خوش نظر آرہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

سالت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردها

(نور الھدیٰ ۴۲: بحوالہ المعجم الاوسط)

میں نے اپنے رب کریم کے حضور اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو میری خاطر زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس کے بعد ان کو برزخ کی طرف لوٹا دیا گیا۔

حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں اور حافظ عمر بن عثمان نے کتاب الناسخ والنسوخ میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ واقعہ قدرے تفصیل کے

ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ رسالت مآب ﷺ جب ہمارے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر تشریف لے گئے تو آپ مجھے اپنے ساتھ حجون کے قبرستان میں لے گئے۔ آپ ﷺ نہایت غمگین تھے آپ ﷺ نے مجھے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ میں اونٹ پر سوار تھی اتر کر کجاوے کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔

فمكث عني طويلا ثم انه عاد الي وهو فرح متبسم فقلت لها بابي وامي يا رسول الله نزلت من عندي انت باك خزينا فبكيت ببكاءك ثم عدت الي وانت متبسم فمماذا يا رسول الله قال ذهبت الى قبر امي فسالت الله ان يحيها فاحياه فامنت بي ثم ردها.

(السابق واللاحق ۳۷۷ مطبوعہ ریاض)

کافی دیر کے بعد آپ ﷺ واپس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ نہایت خوش و خرم اور مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ﷺ میرے پاس سے غمگین حالت میں تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی آپ کے رونے کی وجہ سے روتی رہی۔ اب آپ ﷺ جب واپس لوٹے تو بہت ہی خوش ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کیلئے گیا تھا اور میں نے بارگاہ رب العزت میں سوال کیا کہ میری والدہ ماجدہ کو زندہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور دوبارہ واپس تشریف لے گئیں۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:-

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ سابقہ گفتگو میں جن آیات اور احادیث کا ذکر کیا گیا ان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین فوت ہونے سے پہلے موحد مسلمان

تھے جب کہ مذکورہ بالا روایات اس بات کی نفی کرتی ہیں کہ پہلے مسلمان نہ تھے بعد میں زندہ ہو کر اسلام لائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہو کر اسلام اس لئے نہیں لائے کہ وہ مسلمان نہیں تھے بلکہ مقصد یہ تھا کہ وہ درجہ صحابیت پر فائز ہو جائیں۔

امام عبدالعزیز پرہارویؒ رقمطراز ہیں۔

والجمع ان الاحیاء کرامة لهما یضاعف ثوابهما۔
(النبراس: ۵۲۷)

ان روایات کے درمیان موافقت اس طرح ہے کہ ان کو زندہ اسلام لانے کیلئے نہیں کیا گیا تھا فقط اسلئے کہ ان کی عزت و کرامت کا اظہار اور ان کے درجات میں مزید اضافہ ہو۔

نیز مذکورہ بالا آیات اور احادیث اس بات پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر و مشرک نہیں۔ کیونکہ کافر و مشرک کو اللہ تعالیٰ نے ''**انما المشرکون نجس**'' فرما کر پلید قرار دیا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آپ ﷺ اپنے آباؤ اجداد کو پاکیزہ کس طرح فرما سکتے تھے؟

اللهم صلی علیٰ سیدنا مولانا محمد
وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد وبارك وسلم

وہ زمانہ فترت میں تھے

جس زمانہ میں کوئی نبی موجود نہ ہو اسے ''دور فترت'' کہتے ہیں اس دور کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی شخص کفر و شرک، بت پرستی اور خلاف توحید عقائد و اعمال سے بچتا رہے تو وہ ناجی اور عند اللہ مقبول ہوتا ہے۔ ایک دین کے تفصیلی احکام پر عمل پیرا ہونا ان کیلئے لازم نہیں کیونکہ اس وقت نبی موجود نہیں ہوتا جو انہیں احکام بتائے۔ تفصیلات سے آگاہ کرے اور اپنا اسوہ حسنہ پیش کر کے انہیں اپنی پیروی کی تلقین کرے۔ اس لئے ایسے لوگوں کا توحید باری تعالیٰ کا قائل ہو جانا ہی کافی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں۔ تلاش حق میں کوشاں رہیں اور جو کام اچھا سمجھیں کرتے رہیں۔ یہی کچھ ان کیلئے سامان نجات ہے۔ یہ ایک غلط اور گمراہ کن تصور ہے کہ جو بھی دور فترت یا دور جاہلیت میں ہو وہ کافر ہوتا ہے دور جاہلیت میں چند ایسے افراد بھی موجود تھے جو سچے دین کی تلاش میں تھے اور بت پرستی کے ماحول میں رہتے ہوئے بھی جاہلانہ اور مشرکانہ رسم رواج سے کلی طور پر مجتنب تھے۔ بلکہ لوگوں کو توحید کے منافی عقائد و اعمال سے روکتے تھے کہ وہ ان خرافات سے باز آجائیں۔ اس سلسلہ میں ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو بن نفیل کے نام قابل ذکر ہیں جو جاہلی حرکات سے بیزار اور مشرکانہ رسوم کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ بھی اسی دور کے مسلمان ہیں جو طبعی طور پر بت پرستی سے نفرت کرتے تھے اور جاہلی عادات و اطوار سے نالاں تھے۔ وہ تاریک ترین حالات میں بھی خیر و صداقت اور صراط مستقیم کی تلاش میں سرگرداں رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔	ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول مبعوث نہ فرمائیں۔

حضور ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اپنی کتاب ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۷۹ پر رقمطراز ہیں۔ حضور علیہ السلام کے والدین کا تعلق زمانہ فترت سے ہے سب سے

قریبی زمانہ میں مبعوث ہونے والے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد چھ سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصہ دراز میں آپ پر نازل شدہ کتاب انجیل میں طرح طرح کی تحریفات راہ پا چکی تھیں۔ آپ کو عبداللہ ورسول اللہ کی بجائے آپ کی امت ابن اللہ کہنے کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اب اس دور کے لوگ ہدایت کی روشنی حاصل کرتے تو کہاں سے؟ کلمہ حق سنتے تو کس سے؟

اس سے بھی اہم بات یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی راہنمائی کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ حجاز کے صحرانشین ان کی امت دعوت میں داخل ہی نہ تھے۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو تبلیغ فرمائی کیونکہ ان کو دعوت حق دینا ان کی ذمہ داری ہی نہ تھی اور نہ انکے آپ کے حواریوں نے یہ زحمت برداشت کی۔

ان حقائق کی روشنی میں ارشاد الٰہی کے یہی لوگ مصداق ہیں۔ سابقہ آیت کی تائید اس دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما کان ربك مهلك القریٰ حتیٰ یبعث فی امها رسولا یتلو علیهم ایتنا۔ (القصص۔۵۹)

اور نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو یہاں تک کہ بھیجے مرکزی شہر میں کوئی رسول جو پڑھ کر سنائے وہاں کے رہنے والوں کو ہماری آیتیں۔

اہل فترت کے تین طبقات

پہلا طبقہ

ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے نور بصیرت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ تک رسائی حاصل کر لی جیسے قیس بن ساعدہ، زید بن عمر بن نفیل اور قوم تبع کے بعض بادشاہ۔

دوسرا طبقہ

ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین ابراہیمی کو بگاڑا، بت پرستی کا آغاز کیا، اپنی قوم کو بڑی کوششوں سے شرک کا فاسد عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کیا اور اپنی طرف سے حلال و حرام کے بارے میں قانون بنا کر قوم میں رائج کیے۔ جیسے عمرو بن لحی الخزاعی اور اس کے ہم نوا۔ اس طبقہ کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تیسرا طبقہ

جو اپنی غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہر قسم کے عقیدہ سے بے نیاز رہا۔ انہوں نے توحید خداوندی کا عقیدہ اپنایا اور نہ وہ شرک اور اصنام پرستی کے مرتکب ہوئے۔ یہ وہ طبقہ ہے جسے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ **وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا** کا مصداق یہی طبقہ ہے۔

حضور پاک ﷺ کے والدین کریمینؓ اہل فترت میں سے تھے نہ ان کے پاس حضرت اسماعیلؑ کے زمانے سے لے کر حضور پاک ﷺ کی بعثت تک کوئی نبی آیا نہ اس کی دعوت کو مسترد کیا۔ اس لیے وہ نجات یافتہ ہیں۔

اللھم صلی علیٰ سیدنا مولانا محمد
وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد و بارک وسلم

ان کی موت کفر پر ہوئی

اس عقیدے کی علمائے اسلام نے تردید کی ہے اور کسی نے اسے پسند نہیں کیا۔ اور اس عقیدے کو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔

حضرت امام سہیلی ''الروض الانف'' میں مسلم کی حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زندوں کو مردوں کے باعث ایذا نہ دو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا ۔ (الاحزاب)

بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور ان کیلئے (اس نے) بڑا ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ایسا شخص ملعون ہے۔

ابو بکر بن العربی مذہب مالکیہ کے اماموں میں سے ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ کے والدین آگ میں ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ کے اس ارشاد کے مطابق (**ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا**) یہ بات کہنے والا شخص ملعون ہے اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے لئے اذیت کیا ہوگی کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔

ایسا شخص مغضوب ہے۔

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن عبدالمالک بن ابی غنیہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے عامل نوفل بن الغرات نے بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس اہل شام کا ایک امان یافتہ کاتب تھا۔ اس نے ایک ایسے آدمی کو ایک ضلع کا افسر بنا دیا جس کے باپ نے ایک مجوسیہ سے زنا کیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے بلا کر کہا کہ تجھے اس امر کی جرأت کیسے ہوئی کہ ایسے شخص کو ایک ضلع کا افسر بنا دیا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو خیریت سے رکھے۔ اس بات کی وجہ سے مجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے والدین بھی مشرک تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کی یہ بات سنی تو آہ سرد کھینچ کر خاموش ہو گئے اور پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ میں اس کی زبان کاٹوں یا ہاتھ اور ٹانگ یا اسکی گردن ہی کاٹ دوں؟ پھر فرمایا جب تک میں زندہ ہوں تو حکمران نہیں بن سکے گا۔

(سیرۃ الرسول ۔۲:۱۰۵ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حضور ﷺ کو فعل مباح سے بھی ایذا دینا جائز نہیں۔

الباجی شرح موطا میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مباح فعل سے ایذاء دینا بھی جائز نہیں جب کہ دوسرے لوگوں کو مباح فعل سے ایذا دینے سے منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی فعل مباح کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابوجہل کی بیٹی سے حضرت علیؓ کے نکاح کی بات ہوئی تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا! فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امر کو حرام نہیں کرتا۔ مگر خدا کی قسم رسول خدا ﷺ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک آدمی کے ہاں جمع نہیں ہوسکتیں۔

چنانچہ مولف نے دونوں پر حکم قرار دیا کہ حضور پاک ﷺ کو فعل مباح سے بھی تکلیف دینی جائز نہیں ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے حجت پکڑی ہے کہ (ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا) پس مومنین پر یہ شرط لگادی گئی کہ وہ دوسرے لوگوں کو ان کے کسی فعل کے بغیر ایذا نہ دیں اور حضور ﷺ کو ایذا دینا خصوصیت کیساتھ غیر مشروط طور پر منع ہے۔

(سیرۃ الرسول جلد دوم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حضرت امام بیہقی شعب الایمان میں حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضرت طلق بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

لو ادرکت والدی اوا احدھما وانا فی صلوۃ العشاء وقد قرات فیھا بفاتحۃ الکتاب تنادی یا محمد ﷺ لا جبتھا لبیک۔ (سیرۃ رسول۔ ۲:۵۰۳)

اگر میں اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو پالیتا اور میں عشاء کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتیں کہ اے محمد ﷺ تو میں نماز چھوڑ کر جواب دیتا کہ امی جان میں حاضر ہوں۔

امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی اپنی کتاب المقنع میں لکھتے ہیں جو مسلمان یا کافر حضور ﷺ کی والدہ معظمہ پر الزام تراشی کرتا ہے اسے قتل کر دیا جائے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کے بارے میں شک وشبہ کرنا جب کہ کوئی قطعی اور صحیح وصریح دلیل بھی نہیں تو زبان وقلم سے کوئی گستاخی کرنا شدید غلطی اور سنگین معاملہ ہے جو ایذائے رسول ﷺ کا موجب ہے۔ علماء اسلام نے واضح فرمایا ہے کہ رسول

کریم ﷺ کے والدین کے حوالے سے زبان وقلم کونہایت احتیاط لازم ہے کیوں کہ اس باب میں بے احتیاطی کرنا رسول کریم ﷺ کو تکلیف وایذا پہنچانا ہے جس کا نتیجہ و انجام بہت بھیانک اور سخت ہے۔

حجتہ الاسلام امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو یعنی ایک مسلمان پر گناہ کبیرہ کا الزام لگانے کیلئے دوسرے مسلمان کو اس قدر احتیاط ضروری ہے۔ تو اندازہ کرلیا جائے کہ والدین کریمین کے ایمان کا معاذ اللہ انکار اس کی قطعی دلیل کے بغیر کیونکر جائز ہوگا۔

حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑویؒ اپنی کتاب الذکر الحسین فی سیرۃ النبی الامین میں قاضی ابوبکر کا فتویٰ نقل کرنے کے بعد مواہب الدنیہ سے امام قسطلانی اور الاصابہ فی تمیز الصحابہ سے امام شہاب الدین ابنِ حجر عسقلانی کی نقل کی ہوئی روایت کے مطابق تحریر فرماتے ہیں کہ!

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی ''سبعیہ'' حضور پاک ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہے پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت (میرے قریبی رشتہ داروں) کے بارے میں مجھے ایذا پہنچا رہے ہیں۔ یادرکھو جس نے مجھے ایذا پہنچائی در حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں!

قرآن کریم میں ہے کہ قرابت رسول ﷺ کی محبت اہل ایمان پر واجب ہے اور یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانا ایسا سنگین جرم ہے جو لعنت وعذاب کا مستحق بنا

دیتا ہے۔ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی حضرت سبعیہ کو جہنم کے ایندھن کی بیٹی کہنے پر رسول کریم ﷺ کو کس قدر اذیت پہنچی حالانکہ ابولہب کے بارے میں یہ شک نہیں ہوسکتا کہ وہ جہنم کا ایندھن نہیں ہے مگر اس کی مسلمان ہوجانے والی بیٹی کو کافر باپ کی نسبت سے طنز وطعن کے طور پر پکارنا باعث اذیت ٹھہرا۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کے مومن والدین کے بارے میں بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ کو کس قدر اذیت پہنچاتے ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی۔ دراصل اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔

(سراج منیر ص ۳/۲۷۹ بحوالہ والدین رسالت مآب علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی)

مزید ملاحظہ فرمائیں مسلم شریف میں حدیث ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا کہ جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور اسی مسلم شریف کی حدیث کے مطابق جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں رانگ کی طرح پگھلائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو اہل مدینہ کو اذیت دے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اس شخص کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ (سراج منیر ۳/۲۸۰)

اندازہ کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک بال مبارک کو اذیت پہنچانا رسول کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانا ہے۔ یہی نہیں بلکہ شہر مقدس، شہر مدینہ طیبہ اور حضور ﷺ کے پڑوسیوں کو صرف ایذا دینا ایسا جرم قرار دیا گیا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ جو نبی

کریم ﷺ کے والدین کریمینؓ کے لئے نامناسب طرز بیانی یا کھلی بے ادبی کے مرتکب ہوں ان کی بدبختی اور برے انجام میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟

علماء اسلام نے واضح فرمایا ہے کہ جو نبی پاک کی مبارک نعلین کو جتڑی اور ان کے لباس مبارک کو حقارت سے میلا کہہ دے وہ سخت بے ادبی کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اپنا ایمان ضائع کر دیتا ہے۔ ہوش اور احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے مقدس والدین کریمین کا معاملہ ہے۔ کوئی خود کو علامہ فہامہ ثابت کرنے کیلئے اگر گستاخی و بے ادبی کرتا ہے یا بے ادبی کے لہجے اور سنگین الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی نسبتوں کی توہین کرتا ہے تو وہ اپنے علم و ہنر سے خود اپنے لئے تباہی کا سامان تیار کرتا ہے۔ ایسی بات سے سکوت بہتر ہے۔ کیا فائدہ ایسی گفتگو کا، ایسی تحریر کا، جو اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی ناراضگی واذیت کا سبب بنے۔

رسول کریم ﷺ اللہ کریم کے وہ محبوب ہیں کہ ان کی بارگاہ کے آداب خود اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائے ہیں۔ ان کی بارگاہ میں آواز کا اونچا کرنا عمر بھر کے نیک اعمال کی بربادی کا سبب ہو جاتا ہے اور ان کے حوالے سے معمولی سی بے ادبی دین ایمان سے محروم کر دیتی ہے اور شدید عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان میں شک کی بات کی ہے انہوں نے اجتہادی خطا کی ہے اور تحقیق کے تمام مرحلے پورے نہیں کیئے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا یہ فعل ان کی اس بارے میں مکمل تحقیق سے ناواقفی کا نتیجہ اور شدید اجتہادی خطا ہے۔
اللہ کریم ہمیں ایمان پر استقامت اور ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایمان ابوین شریفینؑ اور آئمہ امت کے اقوال

یہاں ہم علماء امت میں سے بعض مسلمہ شخصیات کی تصریحات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو مسلمان تصور کرنا چاہیے۔

۱- امام فخر الدین رازی

سرتاج المفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ففیه دلالة ان جمیع اباءہ صلی اللہ علیہ وسلم کانو امسلمین۔
(تفسیر کبیر)

یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد گرامی مسلمان ہیں۔

۲- حافظ ابن حجر مکیؒ

آپؒ فرماتے ہیں۔

ان اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم و امھاته الی ادم و حواء لیس فیھم کافر لان لایقال فی حقه طاھر بل ھونجس۔ (افضل القری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اور امہات حضرت آدم و حوا تک تمام کے تمام مسلمان ہیں کافر نہیں کیونکہ کافر نجس ہوتے ہیں طاہر نہیں ہوتے۔

۳- مفسر قرآن امام قرطبیؒ

حضور پاک ﷺ کے خصائص مبارکہ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔

ليس احياء هما و ايمانهما يمنع عقلا و لا شرعا فقدورد في الكتب العزيز احياء قتيل بني اسرائيل واخباره بقاتله وكان عيسى عليه السلام يحيى الموتى و كذالك نبينا صلى الله عليه وسلم احيا الله تعالى على يديه جماعة من الموتى واذاثبت هذا فلا يمنع ايمانهما بعد احياء هما فيكون ذلك زيادة في كرامته و فضيلته۔

(التذکرہ للقرطبی ۱:۲۵)

آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ عقلاً ناممکن ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن حکیم نے متعدد مواقع پر مردوں کا زندہ ہونا بیان کیا ہے مثلاً بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا اور اپنے قاتل کی نشاندہی کرنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطور معجزہ مردوں کو زندہ کرنا اسی طرح احادیث میں ہمارے آقا علیہ السلام کے بارے میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بہت سے مردوں کو زندہ کیا۔ جب تمام باتیں ثابت ہیں تو پھر آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کو تسلیم کر لینا چاہیے بلکہ یہ آپ کی کرامت و فضیلت ہے۔

۴- امام زرقانیؒ

آپ نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اذاسئلت عنهما فقل هما ناجيان في الجنة۔

(زرقانی علی المواهب:۱-۱۸۶)

جب کوئی تجھ سے حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں سوال کرے تو جواب میں کہہ دو کہ وہ تو نجات یافتہ اہل جنت میں سے ہے۔

۵- امام جلال الدین سیوطیؒ

آپ نے اس موضوع پر مستقل سات کتابیں لکھی ہیں جن میں ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنتی ہیں۔ کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱- مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

۲- الدرج المنيفة فِی الاباء الشريفة۔

۳- المقال السندسية فی النسبة المصطفويه صلی اللہ علیہ وسلم

٤- التعظيم والمنة فی ان ابوی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنة

٥- نشر العالمين المنيفين فی احياء الابوين الشريفين

٦- السبل الجلية فی الاباء العلية۔

۷- الفوائدالكامنه فی ايمان السيدة اٰمنة

٦ ـ امام ابن عابدین شامیؒ

جن کا فتویٰ تمام امت مسلمہ کے ہاں مقبول ہے لکھتے ہیں۔

الاترى ان نبينا صلى الله عليه وسلم قداكرمه الله تعالى بحياة ابويه له حتى امنابه كمافى الحديث صحيح القرطبى وابن ناصر الدين دمشقى بالايمان بعد على خلاف القاعدة اكراما لنبيهم صلی اللہ علیہ وسلم۔
(فتاوی شامی.۱.۲۹۸)

حدیث [illegible]جود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بطور معجزہ ایمان لائے۔ امام قرطبی حافظ ابن ناصر الدین دمشقی جیسے مسلمہ لوگوں نے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ تمام بطور خرق عادت فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہوا۔

۷- علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں کہ

ومن مات علی الکفر ابیح لعنه الاوالدی رسول الله ﷺ لثبوت ان الله تعالیٰ احیاهما حتی امنابه۔
(الاشباہ والنظائر ۳:۴۵۳)

ہر فوت شدہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے مگر حضور علیہ ﷺ کے والدین کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئے۔ (لہٰذا ان کے بارے میں جائز نہیں)

۸- قاضی ابوبکر ابن العربیؒ

آپ سے کسی سائل نے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو حضور علیہ ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا!

انه ملعون بقوله تعالیٰ ان الذین یوذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا و الاخرة و اعدلهم عذابا مهینا ولااذی اعظم من ان یقال ابویه فی النار۔
(روح المعانی)

وہ شخص لعنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول علیہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے اور کسی کے والدین کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ آگ میں ہیں اس سے بڑھ کر اذیت نہیں ہو سکتی۔

۹- علامہ محمود احمد آلوسیؒ

آپ وتقلبك فی الساجدین کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

والاستدلال علی ایمان ابویه ﷺ کما ذهب الیه کثیر من اجلة اهلسنت وانا اخشی الکفر علی من یقول فیهما رضی الله عنهما علی رغم انف علی القاری۔
(روح المعانی ۲:۴۴۲)

اکثر اکابر اہلسنت نے اس آیت سے آپ علیہ ﷺ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے کہ آپ علیہ ﷺ کے والدین اہل ایمان ہیں۔ ملا علی قاری کی ناک خاک آلود ہو میں اس شخص کے بارے میں ڈرتا ہوں جو آپ کے والدین کے کفر کا قائل ہے کیونکہ کہیں وہ خود کافر نہ ہو جائے۔

۱۰- امام ناصر الدین ابن المنیر مالکیؒ

اپنی تصنیف **المقتضی فی شرف المصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں۔

فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا اللہ تعالی ان یحیی له ابویه فاحیا هما وامنا به و صدقا وماتا مومنین۔

حدیث میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جس پر آپ کے والدین نے زندہ ہوکر ایمان قبول کیا اور دونوں نے تصدیق کی اور ایمان کی حالت میں رخصت ہوئے۔

(نشر العالمین۔۵۷)

۱۱- صاحب تاریخ الخمیس

آپ نے امت کے اکثر اکابر علماء کا یہی مسلک قرار دیا ہے لکھتے ہیں۔

ویذهب جمع کثیر من الائمة الاعلام الی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نا حیان محکوم لهما بالنجاة فی الاخرة وهم اعلم الناس باقوال خالفهم۔

اکثر آئمہ اور اکابر کا مسلک یہی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین آخرت میں نجات پائیں گے اور اگر کوئی اس کے خلاف قول ہے بھی تو یہ لوگ اسے بہتر جانتے ہیں۔

(تاریخ الخمیس۔۱۔۳۰۱)

۱۲- شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔

فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ متقدمین پر مستور تھا اور متاخرین پر ظاہر کیا گیا۔ آپ لکھتے ہیں۔

واما متاخرین پس بتحقیق اثبات کردہ اند اسلام والدین بلکہ تمامہ آباء وامہات آنحضرت ﷺ راتا آدم علیہ السلام واین علم گویا مستور بود ازمتقدمین پس کشف کرد از احق تعالیٰ برمتاخرین واللہ یختص برحمتہ من یشاء بماشاء من فضلہ۔

(اشعۃ اللمعات ۱:۱۷۷-۱۸۷)

مگر متاخرین نے حضور ﷺ کے والدین کے اسلام کو دلائل سے ثابت کیا ہے نہ صرف یہ بلکہ آدم علیہ السلام تک حضور ﷺ کے آباء اور امہات کے اسلام کا اثبات کیا ہے۔ گویا یہ علم متقدمین پر مستور رہا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر ظاہر کر دیا اور اللہ جسے چاہتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اپنے فضل میں جو کچھ چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

۱۳- عارف کامل، تاجدار گولڑہ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ

آپ سے سوال کیا گیا کہ حضور پاک ﷺ کے والدین کریمین اسلام پر فوت ہوئے یا نہیں؟ اگر اسلام پر فوت نہیں ہوئے تو کس پیغمبر علیہ السلام کے دین پر تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کے والدین کریمینؓ کا ایمان ثابت کرتے ہوئے فرمایا!

اثبات اسلام کے تین طریقے ہیں۔

۱- والدین شریفین آنحضرت ﷺ دین ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر تھے۔

۲- دونوں صاحب زمانہ فترت میں تھے نہ کہ زمانہ نبوت میں۔ یعنی ان کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی تھی۔

۳- اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا سے آپ کے والدین شریفین کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے چنانچہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارگاہ ایزدی میں سوال کیا الٰہی میرے والدین کو زندہ فرما کر مشرف بہ اسلام کر۔ اگرچہ بعض احادیث میں اس کے خلاف بھی تصریح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی علماء

متقدین نے تضعیف بھی کی ہے لیکن متاخرین محققین نے حدیث احیاء کی تصحیح و تحسین کئی طرح سے فرمائی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث احیاء ان احادیث سے جن کو متقدین متاخرین نے روایت کیا۔ گویا کہ یہ علم متقدمین سے ایک گونہ پوشیدہ مستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔

﴿واللہ یختص برحمتہ من یشاء من فضلہ﴾۔ (فتاویٰ مہریہ:۱۳)

۱۴- امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلویؒ۔

چوتھی اور پانچویں صدی کے مشہور اماموں، امام حجۃ اللہ الاسلام محمد بن غزالی ،امام اجل، امام الحرمین، امام ابن السمعانی، امام کیا ہراسی، امام اجل قاضی ابوبکر باقلانی، یہاں تک کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں۔ جس سے رسول کریم ﷺ کے تمام آباؤ وامہات اقدس کا ناجی ہونا سورج کی طرح روشن و ثابت ہے بلکہ بالاجماع تمام آئمہ اشاعرہ اور آئمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا سب کا یہی مذہب ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ناجی ہیں۔ کتاب الخمیس مستطاب الدرج المنیفہ فی الاباء شریفہ سے نقل فرماتے ہیں بہت زیادہ اور بڑے بڑے اماموں کا یہی مذہب ہے کہ ابوین مصطفیٰ ﷺ ناجی ہیں۔ ان بڑے بڑے اماموں کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ احادیث سے غافل تھے جن سے اس مسئلہ میں اختلاف پر استدلال کیا جاتا ہے۔ معاذ اللہ! ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور ان سے واقف ہوئے اور تہہ تک پہنچے اور انہوں نے وہ پسندیدہ جواب دیئے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہیں کرے گا اور نجات والدین پر ایسے دلائل قاطعہ قائم کئے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کسی کے ہلانے سے نہیں ہل سکتے۔ (رسائل تسع ۸۵ بحوالہ والدین رسالت مآب)

۱۵- حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ۔

اہل سنت والجماعت کے علماء و محققین کے جم غفیر کی اس مسئلہ کے بارے میں یہ رائے ہے کہ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ نجات یافتہ ہیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ (ضیاء النبی ۲:۷۸)

۱۶- مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی۔

مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ وسلم صلی اللہ سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔ پھر یہ شعر لکھے۔

اکرم به نسباً طابت عناصره اصلاً و فرعاً و قد سادت به البشر
مطهر من سفاح الجاهليه يشوبهُ قط لا نقص و لا كدر

ترجمہ: آپ علیہ وسلم صلی اللہ کا نسب کیسا کچھ با کرامت ہے کہ اس کے مواد پاکیزہ ہیں اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپؐ کے سبب جنس بشریت کو شرف حاصل ہو گیا اور نسب مطہر ہے لوث جاہلیت سے اس میں کبھی آمیزش نہیں ہوئی نہ نقص کی نہ کدورت کی۔ (نشر الطیب: ۲۶)

۱۷- مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (اہلحدیث)

اب آخر میں مصطفیٰ کریم علیہ وسلم صلی اللہ کے والدین کریمین کے ایمان میں شک کرنے والے بدنصیب بدعقیدہ لوگوں کی توجہ کیلئے مسلک اہلحدیث کے ترجمان مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (پروفیسر ساجد میر صاحب مرکزی جمعیت اہلحدیث کے امیر کے دادا جان) کا تحقیقی بیان رقم کرتے ہیں۔ جنہوں نے دو کتب ''سراجاً منیر'' اور ''سیرت مصطفیٰ''، علیہ وسلم صلی اللہ تحریر کیں اور ان میں حضور علیہ وسلم صلی اللہ کے بارے میں وہی عقائد بیان کئے ہیں جو اہل سنت کے ہیں۔ حضور علیہ وسلم صلی اللہ کے والدین شریفین کے بارے میں انہوں نے جو تحقیقی مواد سیرت مصطفےٰ صفحہ ۵۲ تا ۱۱۱ تک جمع کیا ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔

میں ان کی اس علمی کاوش کو منظر عام پر اس لئے لا رہا ہوں تا کہ ہم راہ اعتدال پر چلنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں اور حق بات کیلئے کوشاں رہیں۔ بے ادبی اور خرافات و

بدعات میں کھو جانے والوں کو چھوڑ کر ان لوگوں کی راہ اپنائیں جو با ادب اور حقیقت پسند ہیں۔ یہاں مولانا کا وہ اقتباس نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو ان کے دل کے خوف خدا سے لبریز ہونے پر شاہد ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''جس روز میں سید الثقلین ﷺ کے والدین مکرمین کے متعلق مضمون لکھنے والا تھا طاقت بھر مطالعہ کتب کرنے کے بعد تازہ غسل کیا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز طلب مغفرت اور مدد کیلئے پڑھے اور سجدوں اور التحیات میں شرح صدر کی دعائیں مانگیں۔ الحمدللہ کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے طمانیت بخشی اور اب پورے ثلج خاطر (سکون دل) سے مضمون لکھنے لگا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اسے میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور قیامت کے روز اپنے حبیب پاک ﷺ کے جھنڈے تلے جگہ دیوے جن کے والدین کی عظمت ومحبت سے اس نے میرا دل و دماغ معمور، پرنور کر دیا ہے۔ وجدانی طور پر اس وقت میرے دل میں اتنی کشادگی ہے کہ گرد وپیش کی وسعتیں میرے سینے میں سمائی ہوئی ہیں اور اوپر سے یہ معلوم ہے کہ کسی شے نے مجھے زور سے دبایا ہوا ہے اس لئے حضرات علماء سے التماس ہے کہ جن کو اس امر میں اختلاف ہو وہ ظاہری دلائل پر اکتفانہ کرتے ہوئے مجاہدہ اور ریاضت سے بھی خدا تعالیٰ سے شرح صدر کی دعائیں کریں''

اب آیئے ان کے ایمان افروز بیان کا مطالعہ کیجئے اور ایمان کو تازگی بخشئے۔

والد ماجد

پیغمبر ﷺ کے والد عبداللہ نہایت خوبصورت اور نیک سیرت تھے۔ قریشی نوجوانوں میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ نسب کی بلندی، صورت کی خوبی، طبیعت کی سنجیدگی اور شرافت، مزاج کی متانت اور کریکٹر کی طہارت کی وجہ سے کئی گھروں کی ان کو دامادی میں لینے کی آرزو تھی۔ رستہ گزرتے تو لوگوں کی آنکھیں تکتی کی تکتی رہ جاتیں

،ان کی پیشانی میں نور تھا جو دیکھنے والوں کے دلوں کو آنکھ کے رستے کھینچ لیتا تھا۔
حضرت عبداللہ کیسے پاک صاف رہے یہ ابتلاء اسی قسم کے تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش آئے تھے۔ ہر دور میں پاکدامن رہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو نبی بننے والے تھے اور حضرت عبداللہ کی پشت سے پیغمبر آخرالزمان ﷺ پیدا ہونے والے تھے۔ اس میں اس امر کی بین دلیل ہے کہ جن پشتوں اور پیٹوں سے کوئی پیغمبر پیدا ہونے والا ہو وہ پشتیں اور پیٹ اس قسم کی برائیوں سے پاک رہتے ہیں اور ان کی حفاظت کیلئے خدا تعالیٰ اپنی حفاظت کے خاص سامان پیدا فرماتا ہے۔

والدہ ماجدہ

اسی طرح آپ ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ خاتون خاندانی طہارت اور حسن صورت اور خوبی سیرت اور شرافت طبع اور سنجیدگی مزاج اور خداداد عقل وتمیز میں قریشی لڑکیوں میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ الغرض آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ اور ان سے اوپر کی والدات تمام کی تمام طاہرات تھیں۔

اور یہی مقتضیٰ ہے اس حدیث کا جو امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے اپنے متعدد رسالوں میں نقل کی ہے کہ خدائے تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا آیا ہے اور اس مضمون کو حافظ ابن حجر نے یوں نظم کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ: یعنی ہدایت کا نبی ﷺ آل ہاشم کا برگزیدہ ایسی قوم کی پشتوں سے نقل ہوتا چلا آیا جنہوں نے اس سے بزرگی پائی جس طرح چودھویں رات کے چاند سے منزلیں رونق پاتی ہیں۔

آیت مبارکہ: بعض مفسرین نے سورت شعراء کی آیت "**وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی السجدین**" میں ساجدین سے آپ کے آباؤ اجداد کے صالحین لوگ مراد لئے ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل)

آباؤ اجداد میں جب ان افراد کا یہ حال ہے جو عمود نسب نبوی ﷺ سے نہیں ہیں۔ تو خاص اس عمود کے افراد جن سے وہ پاک ہستی پیدا ہونے والی ہو۔ **یز کیھم** کا تاج پہن کر تخت نبوت پر جلوہ افروز ہونے والی ہو۔ پشت در پشت ابا عن جد شرک و بت پرستی کی آلودگی سے کیوں نہیں بچ سکتے۔ یقین جانئے کہ وہ قدرت کے ارادہ ازلی اور تصرف غیبی سے ہر قسم کی اخلاقی و اعتقادی آلودگی سے محفوظ رکھے گئے تھے کیونکہ ان کی پشتوں سے منتقل ہوتے ہوئے سرکار کائنات فخر موجودات ﷺ حضرت عبداللہ کی پاک پشت اور حضرت آمنہؓ کے پاک شکم میں آنے والے تھے۔

﴿اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی الہ و بارك وسلم﴾

منکرین کو انتباہ

جو لوگ رسول خدا ﷺ کے والدین کی طرف کفر و بت پرستی کی نسبت کرتے ہیں ہم ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ نصیحت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

اسی بری نسبت کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل نہ کرو اور محض اس وہم سے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے سید المرسلین ﷺ کے طاہر و مطہر والدین کریمین کے حق میں ایسی بات اپنے مونہوں سے نہ نکالو جس کا تم کو علم نہیں اور اسے ایسا سہل نہ سمجھو کہ خدائے تعالیٰ اس پر عتاب نہیں کرے گا۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات خدائے بزرگ کے نزدیک بہت بڑی ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ اور آپ کے والدین کے حق میں جرات کرنے کے مشابہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ زبان کی درانتی کی یہ کاٹ تم کو منہ کے بل گرائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ وہاں کسی قسم کی حجت بازی اور مناظرانہ محاصمانہ، چرب زبانی و قابلیت کام نہیں آئے گی۔ بس احتیاط اس میں ہے کہ آپ اول تو خود ان کے کریکٹر اور طہارت نفس پر اور پھر ان کے

اسلاف کی شرافت وعظمت اور مذہبی واخلاقی تقدس پر نظر کر کے یہ اعتقاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ کے والدین اپنے بزرگوں کی طرح اپنے جداعلیٰ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دین پر تھے کیونکہ ان کے برخلاف شرک وبت پرستی ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہے۔ **ومن ادعی فعلیه البیان** یا کم از کم ان کے حق میں کف لسان (بندش زبان) اور خاموشی اختیار کریں اور خدا کے سامنے ذمہ داری سے بچیں کیونکہ سلامتی اسی میں ہے۔

امام سیوطی کی تصانیف مبارکہ۔

امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے اس امر میں متعدد رسالے لکھے ہیں۔

۱۔ **مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی ﷺ**

۲۔ **الدرج المنيفة فی الاباء الشريفة۔**

۳۔ **المقال السندسية فی النسبة المصطفويه ﷺ**

۴۔ **التعظيم والمنة فی ان ابوی رسول الله ﷺ فی الجنة۔**

۵۔ **نشر العالمين المنيفين فی احياء الابوين الشريفين۔**

۶۔ **السبل الجلية فی الاباء العلية۔**

۷۔ **الفوائد الكامنه فی ايمان السيدة اٰمنة**

یہ سب رسالے حیدرآباد دکن میں طبع ہو چکے ہیں۔ خلاصہ مطلب ان سب کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء کرام کے متعلق علمائے اسلام کے چار مسلک ہیں۔

اول مسلک

یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ماں باپ (میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں) زمانہ فترت میں دعوت سے پیشتر فوت ہو گئے اور بغیر تبلیغ رسالت کے عذاب کرنا خدا کا قانون نہیں۔ اس مسلک کے قائل شیخ الاسلام شرف الدین مناوی اور سبط ابن جوزی اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہم ہیں۔ پھر حافظ ابن حجرؒ کے قول سے نقل کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے آباؤ اجداد جو زمانہ فترت میں فوت ہو گئے قیامت کے دن ان کا امتحان ہو گا پس وہ ایمان لے آئیں گے۔

دوسرا مسلک

یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ماں باپ کا شرک کرنا ہرگز ثابت نہیں۔ وہ اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔ جس طرح اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام میں سے کئی ایک دیگر لوگ بھی قائم تھے۔ اس مسلک کے قائل امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور ان کے ساتھ بہت سی جماعت علماء کی ہے۔

تیسرا مسلک

یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کو خدائے تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے زندہ کیا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور پھر فوت ہو گئے۔ اس کے قائل بھی بڑے بڑے حفاظ حدیث ہیں۔ مثلاً ابن شاہین اور حافظ خطیب بغدادی اور سہیلی اور قرطبی اور طبری اور علامہ ناصر الدین ابن المنیر (رحمتہ اللہ علیہم) وغیرہم ہیں۔

چوتھا مسلک

وقف وسکوت ہے کہ ادب واحتیاط کے رو سے ہم اپنی زبانوں کو بند رکھیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والدین کے حق میں خصوصاً اور دیگر کسی کے حق میں عموماً جس کی نسبت ہم کو علم نہیں کہ اس نے کفر یا شرک کیا، یہ کہنا کہ وہ کافر ہے یا مشرک ہے، ذمہ داری کا قول ہے اور سکوت میں ذمہ داری نہیں ہے۔ اس مسلک کے متعلق امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے بعض صالحین کے واقعات لکھے ہیں مثلاً یہ کہ

وہ ملعون ہے

قاضی ابوبکر ابن عربیؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور اس کے رسول کو، ان پر لعنت کی

خدا نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (احزاب پ۲۲) اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں اس سے زیادہ کون سی ایذا ہے کہ آپ کے والدین کو دوزخی کہا جائے۔ (معاذ اللہ)

وہ مغضوب ہے

خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس ایک محرر دفتر کے کام کے لئے لایا گیا جو خود تو مسلمان تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ خلیفہ عبد العزیز نے لانے والے شخص کو کہا کاش تو مہاجرین کے بیٹوں میں سے کسی کو لاتا۔ اس محرر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین بھی تو کافر تھے۔ اس پر خلیفہ کو غضب آیا اور فرمایا تو میرے سامنے کتابت کا کام کبھی نہیں کرے گا۔

دادا جان

عبد المطلب کو دیکھنے کیلئے بھی زمانہ کفر و جاہلیت کی عینک نہ لگائیں۔ اس کی پیشانی میں برگزیدہ رسول ﷺ کا نور تھا۔ جس کے دیکھنے کے لئے ایسی آنکھ کی ضرورت ہے۔ جس کی نور افزائی بصیرت حقانی نے کی ہو۔ اس کی پشت ختم نبوۃ کی امانت کی متحمل تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ابرہہ جیسے جابر کے سامنے بھی خمیدہ نہ ہوئے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ چہرے پر نور موتی کی طرح چمکتا اور چہرے کے خدوخال سے پھوٹ کر ظاہر ہوتا تھا۔ (ملخصاً مختصراً۔ از سیرت مصطفیٰ مکتبہ اہلحدیث سیالکوٹ)

نواب صدیق حسن صاحب

آپ لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لائے۔

(الشمامۃ العنبر یہ: ۱۷)

بعض اعتراضات کا ازالہ

اس مسئلے میں منکرین کی طرف سے بعض سوالات اٹھائے جاتے ہیں اس لئے اب ہم ان سوالات کے جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 1:۔ مسلم شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسالت مآب ﷺ سے پوچھا!

این ابی یا رسول اللہ ﷺ؟ فقال فی النار فلما قفا دعاہ فقال ان ابی واباک فی النار۔ (مسلم شریف)

یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ کہاں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں۔ جب وہ واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے دوبارہ بلا کر فرمایا تیرا اور میرا باپ جہنم میں ہیں۔

جواب: آئمہ ومحدثین نے اس روایت کے مختلف جوابات دیئے ہیں ہم ان میں سے بعض کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

ا۔ اس روایت میں ''حماد'' راوی نے بالمعنی کرتے ہوئے تصرف سے کام لیا ہے کیونکہ یہی روایت ''معمر'' اور دیگر روایات سے بھی مروی ہے لیکن اس میں یہ الفاظ ہی نہیں۔ حالانکہ معمر، حماد سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ جواب میں فرماتے ہیں۔

ان ھذا اللفظة وھی قولہ ان ابی واباک فی النار لم یتفق علی ذکرھا الرواة و انما ذکرھا حماد ابن سلمة عن ثابت عن انس وھی

روایت کے الفاظ ''ان ابی و اباک فی النار'' تمام راوی متفق نہیں ہیں ہاں ان الفاظ کو صرف حماد بن سلمة نے ثابت سے اور انہوں نے انس سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسی راوی کے حوالے سے ان الفاظ کو نقل کیا ہے۔

الطریق التی رواہ مسلم منھا وقد خالفۃ معمر عن ثابت فلم یذکر ان ابی واباک فی النار اذامررت بقبر کافر فبشرہ بالنار و ھذا اللفظ لادلالۃ فیہ علی والدہ ﷺ۔ بامر البتۃ وھو اثبت من حیث الروایۃ فان معمر اثبت من حماد فان حماد اتکلم فی حفظہ و وقع فی احادیثہ مناکیر ذکروا ان ربیبہ دسھا فی کتبہ وکان حماد لا یحفظہ فحدیث بھا فوھم فیھا واما معمر فلم یتکلم فی حفظہ ولا استنکر شیء من حدیثہ

(مسالک الحنفا۔۱۴۶)

معمر سے یہی روایت مروی ہے لیکن انہوں نے یہ الفاظ درج نہیں کئے۔ بلکہ ان کی جگہ یہ الفاظ ہیں ''اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار'' ان الفاظ میں کہیں بھی آپ ﷺ کے والدگرامی کا تذکرہ نہیں حالانکہ یہ روایت سابقہ روایات سے محفوظ تر ہے کیونکہ معمر، حماد سے کہیں افضل ہے (احفظ ہے) اوراس پر واضح شہادت یہ ہے کہ حماد کے حفظ کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے اور اس سے مروی بہت سی احادیث منکر ہیں۔ اور محدثین نے تشریح کی ہے کہ اس کے پروردہ بیٹے نے اس کی کتب کو خلط ملط کر دیا تھا۔ اب حماد جب روایت کرتے تو اس میں وہم کا شکار ہو جاتے تھے۔ رہے معمر تو ان میں یہ باتیں نہیں ہیں نہ تو ان کے حافظے کے بارے میں کلام ہے اور نہ ہی کوئی منکر روایت ان سے مذکورہ ہے۔

یعنی حضرت معمر سے مروی روایت میں یہ الفاظ نہیں بلکہ اس کی جگہ دیگر الفاظ موجود ہیں اور وہ الفاظ یہ ہیں ''اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار'' اور حضرت معمر سے مروی الفاظ کی تائید حضرت سعد بن وقاصؓ سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو مسند بزاز، طبرانی، بیہقی اور ابن ماجہ نے مختلف اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان کتب میں روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

جاء اعرابی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ان ابی کان یصل الرحم فاین ھو؟ قال فی النار فقال یارسول اللہ ﷺ فاین ابوک؟ فقال رسول اللہ حیثما مررت بقبر مشرک فبشرہ بالنار۔

ایک اعرابی رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا والد صلہ رحمی کیا کرتا تھا اب وہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگ میں۔ اس نے عرض کیا آپ ﷺ کا والد کہاں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی تیرا گزر ہو کسی مشرک کی قبر سے تو اس کو آگ کی بشارت دے۔

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ اس اعرابی نے اسلام قبول کرلیا اور اسلام لانے کے بعد کہا کرتے تھے کہ کاش میں آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کرتا کیونکہ سوال کر کے یہ ذمہ داری لے لی ہے۔

لقد کلفنی رسول اللہ ﷺ تعبا ما مررت بقبر کافر الابشرتہ بالنار۔
(ابن ماجہ)

میں نے (رسول کریم ﷺ سے) یہ سوال کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کرلیا ہے کہ جب بھی کافر کی قبر کے پاس سے گزروں تو اسے جہنم کی اطلاع دوں۔

یعنی اگر میں یہ سوال نہ کرتا تو ہر کافر کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے یہ جملہ کہنا لازم نہ تھا۔ مگر اب چونکہ میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے لہٰذا مجھ پر لازم ہے کہ جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزروں تو یہ جملہ کہوں گا تا کہ آقا ﷺ کے ارشاد پر عمل ہو۔

۲- یہاں "اَبٌ" سے مراد آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ نہیں بلکہ ابولہب وغیرہ ہیں جو کہ آپ کے چچا ہیں۔ چونکہ (اَبٌ) کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اسلئے آپ ﷺ نے یہاں "ابٌ" کا لفظ استعمال فرمایا۔ قرآن وحدیث میں لفظ

''ابْ'' چچا کیلئے استعمال ہوا ہے۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالو نعبد الهك واله ابائك ابراهيم و اسمعيل واسحق.

(البقرہ ۱۳۳)

جب کہا یعقوب علیہ السلام نے میرے بیٹو میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے عرض کی ہم آپکے الہ اور آپ کے آباء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے رب کی۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ''اب'' کہا گیا۔ امام رازی اس طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فسمو اسماعيل ابا له مع انه كان عماله۔

(تفسیر ابن کبیر۔ ۲۴: ۱۷۴)

انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ''اب'' کہا حالانکہ وہ آپ کے چچا تھے۔

نیز فرماتے ہیں۔

عمى الرجل صنوابيه۔

آدمی کا چچا بمنزلہ باپ ہی کے ہوتا ہے۔

ترمذی شریف میں ہے سرور دو جہاں ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ کے بارے میں فرمایا!

ردواعلى ابى.

مجھے میرا باپ (چچا عباسؓ) لوٹا دو۔

سوال مذکورہ میں مسلم شریف کی حدیث سے لفظ ''ابْ'' سے چچا مراد لینا درج ذیل وجوہ کے سبب ضروری ہے کہ:۔

۱۔ کتاب و سنت میں حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کو طاہر قرار دیا گیا ہے۔ اگر آپ ﷺ

کے والد گرامی کو نعوذ باللہ کافر سمجھا جائے تو ان نصوص کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

۲- ''ابٌ'' کا یہاں چچا پر اطلاق اسلیئے بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہو چکا تھا۔ ان کیلیئے آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا لہذا ان پر گرفت کیسی۔ کیونکہ قرآن پاک کا فیصلہ ہے۔

ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا. (بنی اسرائیل:۱۵)

ہم اس وقت کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں جب ان کے پاس کوئی نہ کوئی رسول پہنچ جائے۔

اس قرآنی اصول کے مطابق کوئی ادنیٰ شخص آپکے والد گرامی کے متعلق یہ کہے کہ وہ جہنمی ہیں یہ نہیں کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ یہ بات خود سرور دو عالم ﷺ فرمائیں۔

سوال نمبر 2: مسلم شریف میں ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

استاذنت ربی استغفر لامی فلم یاذن لی۔ (مسلم شریف)

میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کیلیئے دعائے مغفرت کی اجازت مانگی مگر مجھے اجازت نہ ملی۔

دعا کی اجازت فقط مسلمان میت کیلیئے ہے کافر کیلیئے نہیں۔ اگر آپ ﷺ کی والدہ اہل ایمان سے ہوتیں تو دعا کی اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر اجازت مانگی تو ملی کیوں نہیں۔ لہذا یہ حدیث اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ اہل ایمان سے نہ تھیں۔

جواب: آپ ﷺ کا اپنی والدہ کیلیئے اجازت مانگنا اور اجازت نہ ملنا پہلے کا واقعہ ہے جبکہ زندہ کر کے مشرف بہ اسلام کرنا بعد کا واقعہ ہے اور اس کی تصدیق وتائید اس بات پر ہوتی ہے کہ جو روایات زندہ ہو کر اسلام لانے کی ہیں ان میں یہ بات صراحت

سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حجتہ الوداع کے موقع پر وقوع پذیر ہوا اور اس واقعہ کا حجتہ الوداع کے موقع پر وقوع پذیر ہونا ان روایات کے متاخر ہونے اور اذن نہ ملنے والی روایات کے متقدم ہونے پر شاہد عادل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے زندہ ہو کر اسلام لانے والی روایات کو ناسخ اور دیگر روایات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ ہم یہاں چند محدثین کی آراء کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے ان تمام روایات میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے بیان کی ہیں۔

۱- مشہور مفسر قرآن امام قرطبی ''التذکرہ'' میں ان روایات میں تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لاتعارض والحمدلله لان احياء ها متاخر عن النهى بالا ستغفار. لهما بدليل عائشةؓ ان ذلك كان فى حجة الوداع.

(التذکرہ فی لاحوال الموتی والقبور والاخرۃ ۲۴۔ مطبوعہ بیروت)

الحمدللہ! ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ والدین کا زندہ ہونا نہی عن الاستغفار کے بعد کا ہے۔ اس پر واضح شہادت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہونے کا واقعہ حجتہ الوداع کے موقع پر ہوا ہے۔

۲- فخر المحدثین امام ابن شاہین کے حوالے سے امام قرطبی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وكذلك جعله ابن شاهين ناسخا لما ذكر من الاخبار. (تذکرہ:۲۴)

امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی روایت (زندہ ہو کر اسلام لانا) گویا دیگر روایات کیلئے ناسخ کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۔ امام عبدالباقی زرقانی نے تعارض کو ختم کرتے ہوئے بہت ہی خوب بات کی ہے۔ یہی وجہ کہ انہوں نے اپنی گفتگو کو ''نفیس جدا'' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

ویمکن الجواب عن المحدثین انہا کانت موحدۃ غیرانہا لم یبلغا شان البعث والنشر و ذالك اصل کبیر فاحیا ھما اللہ لہ حتی امنا بالبعث ولجمیع مافی الشریعۃ ولذاتا خراحیا ھما الی حجۃ الوداع حتی تمت الشریعۃ وینزل ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' فاحییت حتی امنا بجمیع ماانزل اللہ علیہ ھذا معنی نفیس جداً۔

(زرقانی۔۱:۱۷۶)

ان دونوں روایات (ان ابی واباك فی النار اور استاذ نت ربی) کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین اللہ کی توحید پر یقین رکھتے تھے مگر قیامت، رسالت اور دیگر شریعت پر تفصیلی ایمان نہ تھا حالانکہ آخرت وغیرہ پر ایمان ایک اہم جز ہے یہ اس لئے قابل توجہ ہے کہ ان کا زندہ ہونا اس موقع پر وقوع پذیر ہوا جب شریعت مکمل طور پر نازل ہوچکی تھی اور اس کے بارے میں ان الفاظ میں اعلان ہوچکا تھا۔ (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا) ۔لہٰذا ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی دی تاکہ وہ شریعت پر تفصیلی ایمان لے آئیں۔ یہ گفتگو بہت ہی نفیس ہے۔

۴- امام شامیؒ آپ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کو قبول کرتے ہوئے مذکورہ ان دونوں روایات (**ان ابی وابالک فی النار اور استاذنت ربی**) کا جواب دیتے ہیں۔

لا ینا فی مافی صحیح المسلم استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یا ذن لی وما فیه ایضاان رجلا قال یارسول اللہ ﷺ این ابی ؟ قال فی النار فلما دعاہ فقال ان ابی و اباك فی النار لامکان ان یکون الاحیاء بعد ذلك لانه کان فی حجة الوداع۔ (فتاوی شامی:۱)

صحیح مسلم میں جو روایت آئی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کی مغفرت کے بارے میں اجازت طلب کی تو مجھے اذن نہ ملا اور ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ میرا والد کہاں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا! میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں یہ دونوں روایات آپ ﷺ کے (والدین کے) عدم ایمان پر اسلئے دلیل نہیں ہو سکتیں کہ ان کا زندہ ہو کر آپ ﷺ کی ذات پر اسلام لانا ان کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ یہ حجتہ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔

۵- امام اسمٰعیل حقیؒ لکھتے ہیں۔

واما ماروی عنه فلم یوذن لی فی الشفاعة فهو متقدم علی احیاء هما لانه کان فی الحجة الوداع فمن الجائزان تکون هذا الدرجة حصلت له علیه الصلوة والسلام بعد ان لم تکن. (روح البیان ۱:۱۴۷)

روایات میں جو آیا ہے کہ آپ ﷺ نے شفاعت کا اذن مانگا تھا مگر اجازت نہ ملی تھی۔ یہ بات آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہونے سے پہلے کی ہے کیونکہ زندہ ہونے کا واقعہ حجتہ الوداع کے موقع کا ہے اور یہ ممکن ہے کہ یہ مقام اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کو عطاء نہ کیا ہو اب عطا فرمایا ہو۔

٦- امام جلال الدین سیوطیؒ رقمطراز ہیں۔

القول والاحادیث التی وردت فی ان ابوی النبی ﷺ فی النار کلها منسوخة اما باحیا هماو ایمانها واما بالوحی فی ان اهل الفترة لا یعذبون.

(التعظیم والمنۃ ۴۷)

وہ روایات جو آپ ﷺ کے والدین کے آگ میں ہونے کے بارے میں ہیں وہ تمام منسوخ ہیں یا تو اسلئے کہ وہ زندہ ہوکر اسلام لے آئے یا اسلئے کہ اہل فترت کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔

ان محدثین ومفسرین کے تصریح وتحقیق نے واضح کردیا ہے کہ جو روایات آپ ﷺ کے والدین کے عدم ایمان پر دلیل ہیں وہ تمام کی تمام متقدم ہیں اور ان کے ایمان پر شاہد روایات بعد کی ہیں۔ لہٰذا عدم ایمان کی تمام روایات کو منسوخ قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کا قول لیا جائے گا۔

دوسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ غیر نبی اور غیر رسول کیلئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کے والدین نے زمانہ فترت پایا ان کے اعتقاد کیلئے عقیدہ توحید کافی تھا۔ شریعت اور احکام الٰہی موجود نہ تھے جس کی وجہ سے گنہگار کہلاتے۔ لہٰذا اذن استغفار نہ ملنا اس بات پر شاہد ہے کہ وہ گنہگار نہ تھے۔

٧- حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ اپنے مقالات میں لکھتے ہیں۔

والدہ مکرمہ کیلئے حضور پاک ﷺ کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کیلئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چونکہ حضور پاک ﷺ کے والدین ایام فترت میں تھے اسلئے ان کے نجات کیلئے اعتقاد عقیدہ

توحید کافی تھا۔ کسی شریعت واحکام الٰہی کا اس وقت وجود نہ تھا جسکی وجہ سے کوئی گناہ گار قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا۔ لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تا کہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔ (مقالات کاظمی ۱: ۶۶۵)

آپ خود خیال فرمائیں کہ نبی پاک ﷺ کی ازدواج واولاد کی شان اور پاکیزگی تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ خود فرمائے اور قرابت رسول کی محبت واجب فرمائے، وہ رب جو ہر رشتے ناطے سے پاک ہے وہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے رشتوں ناطوں کو نہ صرف باقی رکھے بلکہ ان کے لئے بشارت ہو، اس مقدس رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کسی منفی خیال کی گنجائش ہی کہاں ہے! یقیناً کوئی مومن تو کوئی منفی تصور بھی نہیں کرے گا۔

قارئین کرام! دوست اور وابستگان کے لئے تعارف کی گنجائش ہوا کرتی ہے۔ آپ کسی کے پاس اپنے والدین کو تعارفی خط دے کر نہیں بھیجتے، آپ کی ان سے نسبت ہی کافی ہوتی ہے۔ حیرت ہے کہ آپ کو کسی بندے کے پاس اپنے والدین کے تعارف کی ضرورت نہ ہو اور یہ گمان کیا جائے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کو بارگاہ الٰہی میں تعارف کی ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے دعا سے منع فرما کر گویا یہی فرمایا کہ اے محبوب وہ تیرے والدین ہیں، انہیں تیرے والدین کریمین ہونے کا اعزاز ہم نے ہی عطا کیا ہے اور تیرے اکرام کو جاننے سمجھنے والے تیرے والدین کریمین کے لئے یہی کہیں گے کہ وہ تو مغفور ہیں انہیں ان کی مغفرت میں شبہ نہیں ہوگا۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین ان لوگوں سے بہت بہتر ہیں جو نبی پاک کے والدین کے ایمان کے منکر ہیں۔ (روح المعانی)

اپنے قارئین کے لئے اس روایت کے اصل الفاظ بھی نقل کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں اور جو حقائق واضح ہوتے ہیں، قارئین ان سے بھی آگاہ رہیں۔حدیث شریف کی مشہور کتاب مسلم شریف کے "**باب فی زیارۃ القبور والا ستغفار لھم**" میں روایت ہے۔

﴿عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال زار النبی ﷺ قبر امہ فبکی و ابکی من حولہ فقال استاذنت ربی فی ان استغفرلھا فلم یاذن لی واستاذنتہ فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزور و القبور فانھا تذکر الموت﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی زیارت کی تو روئے اور رلایا انہیں جوان کے اردگرد تھے، پھر نبی پاک ﷺ نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کروں (بخشش کی دعا کروں) تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور اجازت چاہی میں نے کہ ان (اپنی والدہ) کی قبر شریف کی زیارت کیا کروں تو مجھے اجازت دی گئی پس (اہل ایمان کی) قبروں کی زیارت کیا کرو کیوں کہ بے شک یہ (قبروں کی زیارت) موت یاد دلاتی ہے۔

اس حدیث شریف میں غور فرمایئے۔

بتایا گیا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے، جب کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ والدین اور اہل ایمان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا بغیر سفر کے نہیں ہوتا، قریب ہو یا دور سفر کرنا ہوگا تو زیارت قبور کے لئے سفر کو غلط کہنا سنگین غلطی ہے۔

نسبت و تعلق، قرابت و محبت کے سبب سے قبر کی زیارت کرتے ہوئے رونا آجائے تو یہ غلط نہیں۔زائر کے ساتھی اگر اس کے ساتھ شریک غم ہو جائیں اور نسبت

محبت وعقیدت میں وہ بھی روئیں تو یہ بھی غلط فعل نہیں۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ ماں باپ یا بزرگ ہستیوں کی قبروں کو اور ان کی شناخت کو قائم رکھنا غلط نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی استاد اپنے شاگردوں یا پیر اپنے مریدوں کے ساتھ اپنے ماں باپ یا بزرگوں کی قبر کی زیارت کو جائے تو یہ قبر پر میلہ لگانا نہیں بلکہ درست فعل ہے۔

اور حدیث شریف سے خاص طور پر نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی زیارت ثابت ہوتی ہے۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی جدائی وفراق میں روئے کہ آج وہ ظاہری حیات میں ہوتیں تو مجھے اور جو واقعات برکات میری ولادت کے وقت انہوں نے دیکھے تھے، اس شان سے ان کا ظہور دیکھ کے خوش ہوتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ کی وجہ سے ان کی قرابت کی محبت وعقیدت میں روئے۔

وہ لوگ جو اپنے ذہنوں میں پاکیزگی اور اپنے دلوں میں عشق ومحبت نہیں رکھتے وہ یہ کہتے ہیں کہ دعائے مغفرت سے منع کیا گیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ والدہ ماجدہ (معاذ اللہ) ایمان والی نہیں تھیں۔ اس بارے میں یہی عرض ہے کہ ایمان والا ہی عقل وشعور سے فیض یاب ہوتا ہے، جس کے پاس دین نہیں رہتا عقل بھی اس کا ساتھ چھوڑ جاتی ہے۔ وہ لوگ اس حدیث شریف میں غور نہیں کرتے، اگر والدہ ماجدہ ایمان والی نہ ہوتیں تو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت بھی نہ ملتی کیونکہ قرآن کریم میں کافروں اور منافقوں کی قبر پر کھڑے ہونے سے واضح طور پر منع فرمایا گیا ہے **(ولا تقم علی قبرہ.** سورۃ توبہ) تو رسول کریم ﷺ کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت ملنا ثابت کرتا ہے کہ وہ بلاشبہ مومنہ تھیں۔

ان کے ایمان کے حوالے سے قارئین تمام تفصیل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ رہی یہ

بات کہ استغفار کی اجازت نہیں دی گئی تو پہلی بات تو یہ ہے کہ استغفار سے منع کرنا ان کے کفر کو لازم نہیں کرتا اور مزید یہ کہ اہل فترت کو کسی نبی و رسول کی دعوت ہی نہیں پہنچی تو ان کے لئے استغفار کا تصور بھی نہیں۔ علاوہ ازیں استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ کسی کو یہ وہم وگمان نہ ہو کہ (معاذ اللہ) والدین مصطفیٰ ﷺ بدعقیدہ یا گناہ گار تھے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ خود نبی پاک ﷺ کے والدین کی بخشش و نجات بھی صرف دعائے استغفار ہی سے ہوئی۔ علمائے اسلام نے کہا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی تو کوئی ان کے گناہ گار ہونے کا وہم کر لیتا اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے والدین کیلئے اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ان کے بارے میں ایسا گمان بھی کرے۔ (واللہ اعلم)

شائد کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی اور کہا جاتا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہ السلام کے والدین ہرگز کافر ومشرک نہیں ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کیلئے مغفرت کی دعا کیوں ہوئی؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے چچا آذر کیلئے بھی استغفار کیا جس پر آذر کا سخت دشمن خدا ہونا ان پر واضح کیا گیا، اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کیلئے دعا نہ فرماتے تو قرآن پڑھنے والے یہ شبہ کر سکتے تھے کہ آذر ہی ان کا والد تھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے والدین کے لئے دعا کرنے نے واضح کر دیا کہ ہرگز ان کا والد نہیں تھا بلکہ چچا تھا اور اہل عرب چچا اور پرورش کرنے والے کو باپ کہتے ہیں۔ اس دعا کے بیان نے حقائق واضح کئے گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دعا کی ضرورت تھی اور ہماری تعلیم کیلئے بھی ضرورت تھی مگر نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کسی منفی شے کی گنجائش بھی نہیں تھی اور مجھے حیرت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو مومن نہ ماننے والے شائد یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کے ثبوت کیلئے کسی کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے! ایسی کوئی ہستی امت میں نہیں کہ صرف اس کی گواہی پر ہی رسول کریم ﷺ کے والدین

کریمین کو مومن مانا جائے۔ جس ہستی کا کلمہ پڑھ کر کوئی شخص مومن و مسلم ہوتا ہے یعنی خود رسول کریم ﷺ کی گواہی کے بعد کسی کے پاس کون سی قطعی دلیل یا صحیح وصریح حدیث ہے جس سے وہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان واسلام کا انکار کرے۔ میرے نبی پاک ﷺ نے خود گواہی دے دی اور اپنے والدین کو دین کی تکمیل کی آیت کے نزول کے بعد زندہ فرما کر اہل ایمان کی اس فہرست میں بھی ممتاز فرمادیا، اس کے بعد انکار کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اور یہ ان کی خصوصیت ہے کہ انہیں زندہ کر کے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا کلمہ بھی پڑھوادیا تاکہ انہیں اہل فترت ہونے کی وجہ سے ہی رعایت و مغفرت حاصل نہ ہو بلکہ وہ اہل ایمان میں نمایاں شامل ہوں اور برگزیدہ اولیاء شمار ہوں۔ اگر کوئی اسے ناممکن مانے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ صحیح احادیث میں ہے کہ کسی نبی کی دعا رد نہیں ہوتی اور ہمارے نبی کریم ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے محبوب و مطلوب ہیں۔

سوال نمبر 3: امام اعظم کا موقف یہی ہے کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی ہے کیوں کہ آپ نے اپنی کتاب الفقہ الاکبر میں تصریح کر دی ہے کہ "**ماتا علی الکفر**" ان دونوں کی وفات کفر پہ ہوئی ہے۔

جواب: علماء نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱- یہ فقہ اکبر میں کسی شخص نے اضافہ کر دیا ہے کیونکہ معتمد نسخوں میں موجود نہیں۔
امام طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں۔

ومافی الفقه من ان والديه ماتا على الكفر فمدسوس على الامام وعلى النسخ المعتمد ليس لهاشئي من ذلك۔
(حاشیہ درمختار)

فقہ اکبر میں موجود ہے کہ حضور پاک ﷺ کے والدین کی وفات کفر پہ ہوئی۔ یہ امام صاحب پر الزام اور تہمت ہے۔ اس کتاب کے معتمد نسخوں میں ایسی کوئی عبارت نہیں۔

۲- اصل عبارت ''ماتا علی الکفر'' نہیں بلکہ ''ماماتا علی الکفر'' ہے ایک ''ما'' یہاں سہو کتابت کے وجہ سے نہ لکھا جاسکا۔ جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی اور اس پر دلیل یہ ہے کہ فقہ اکبر کے قدیم نسخوں میں ''ما'' کا لفظ موجود ہے یعنی ایک ''ما'' اضافی موجود ہے۔

شیخ مرتضیٰ زبیدیؒ ''الانتقاد والوالدی النبی المختار'' میں اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں اپنے شیخ احمد بن مصطفیٰ الحلبی کے دست اقدس کے ساتھ فقہ اکبر کے اس مقام پر یہ الفاظ پائے جس میں انہوں نے سہو کتابت کے نشاندہی کرتے ہوئے لکھا۔

ان الناسخ لمارای تکررمافی ماماتا ظن ان احد اهما زائدة فحذفها فذاعت نسخته الخاطئة۔ (الامام علی القاری واثرہ فی لاحدیث۔۱۱۹)

جب کاتب نے ''ما'' کا لفظ دو مرتبہ لکھا ہوا پایا تو اس نے محسوس کیا کہ شاید ایک ''ما'' زائدہ ہے لہٰذا اس نے پہلے ''ما'' کو عمداً نہ لکھا۔ اس وجہ سے غلط نسخہ چھپ گیا۔

شیخ مذکورہ نے فقہ اکبر کی عبارت کے سیاق وسباق سے اس پر دلیل قائم کی کہ واقعتاً یہاں سہو کتابت ہے۔ دلیل دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

ومن الدليل على ذلك سياق الخبر لان اباطالب والابوين لوكانو جميعا على حالة واحدة لابجملتين مع عدم التخالف بينم فى الحكم۔ (الامام علی القاری واثرہ فی الحدیث)

سیاق و سباق دلیل ہے کہ یہاں کلمہ ''ما'' ہونا چاہئے کیونکہ آپ علیہ السلام کے چچا ابو طالب اور آپ علیہ السلام کے والدین کا اگر ایک ہی حکم ہوتا تو ان تینوں کا حکم ایک ہی جملہ میں لکھا جاتا۔ دو جملوں میں لکھنے کا خطاب یہ ہے کہ ان کا حکم الگ الگ ہے۔

شیخ ابراہیم قوتلانی اپنے مقالے ''الامام علی القاری'' میں شیخ کی گفتگو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے مصر میں دو ایسے قدیم نسخوں کو دیکھا ہے جن پر ''ما'' کا لفظ موجود ہے۔

وانی بحمدالله رایت لفظ "ماماتا" فی نسختین بدار الکتب المصریة قدیمتین وعلی القاری بنی شرحة علی النسخة الخاطئة۔ (الامام علی القاری واثرہ فی الحدیث)

الحمد للہ! میں نے مصر میں فقہ اکبر کے دو قدیم نسخے دیکھے ہیں جن میں ''ما'' کا کلمہ دو مرتبہ لکھا ہوا ہے۔ یہاں سے محسوس ہوتا ہے کہ ملا علی قاری کے سامنے فقہ اکبر کا غلط نسخہ تھا جس میں کلمہ ''ما'' نہیں۔

جب محققین نے تصریح کردی ہے کہ یہاں ایک ''ما'' سہو کتابت کی وجہ سے حذف ہو چکا ہے تو اس عبارت کو دلیل بنانا ہرگز درست نہیں۔

سوال نمبر 4: حضرت ملا علی قاری آپ ﷺ کے والدین کے کفر کے قائل ہیں انہوں نے اس موضوع پر باقاعدہ کتاب لکھی ہے؟

جواب: ملا علی قاری نے واقعتاً اس موضوع پر کتاب لکھی تھی مگر علماء نے ان کے اس عمل کو پسند نہیں کیا بلکہ آخری عمر میں انہوں نے خود اس بات سے رجوع کرلیا تھا۔

محشی نبراس علامہ برخوردار لکھتے ہیں۔

فقدا خطاء وزل لا یلیق ذلك له نقل توبته من ذلك فی القول المستحسن۔ (حاشیہ نبراس ۵۲٦. بحوالہ مقالات کاظمی جلد اول)

ملا علی قاری سے اس مسئلہ میں خطاء ہوئی اور وہ پھسل گئے۔ لیکن ''القول المستحسن'' میں مروی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کرلیا یعنی توبہ کرلی تھی۔

ملا علی قاری کی تصریح۔

الشیخ مصطفیٰ الحمامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرح شفاء میں ملا علی قاری نے جو گفتگو کی ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ شرح شفا کے وہ دو مقامات یہ ہیں۔

۱۔ ایک مقام پر قاضی عیاضؒ نے بیان کیا کہ ''ذی المجاز'' کے مقام پر سواری کی حالت میں ابو طالب نے حضور علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے مگر پانی نہیں اس پر نبی اکرم علیہ وسلم نے سواری سے اتر کر زمین پر پاؤں مارا وہاں سے پانی نکل آیا تو آپ نے فرمایا چچا پانی پی لو اس کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

وابو طالب لم یصح الاسلام و ابویه ففیه اقوال والاصح اسلامهما علی ما اتفق علیه الاجلة من الامة.

(شرح شفاء بحوالہ مقالات ایمان والدین مصطفیٰ مفتی محمد خاں قادری)

ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں مگر آپ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں مختلف اقوال میں مختار یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے امت کے اکابر کا اس پر اتفاق ہے۔

۲۔ دوسرے مقام پر ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اما ما ذکر من احیائه علیه الصلوة والسلام ابویه ولا صح وقع علی ماعلیه الجمهور الثقات کما قال السیوطی فی رسائله

(شرح شفاء)

علماء نے حضور علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا بیان کیا ہے۔ یہی مختار ہے جمہور علماء امت کی یہی رائے ہے۔ امام سیوطی نے اس موضوع پر متعدد رسائل تصنیف کئے ہیں۔

یاد رہے کہ شرح شفاء ملا علی قاری کی آخری تصنیف ہے یہ نسخہ شرح شفاء استنبول ۱۳۱۴ھ کا مطبوعہ ہے۔

سوال نمبر 5: قرآن کریم نے آذر کو حضرت ابراہیم کا باپ بتایا ہے حالانکہ وہ بت تراش تھا اور مشرک بھی تو حضور پاک علیہ ﷺ کے سلسلہ نسب میں مشرک آ گیا۔

جواب: مفسرین واہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔ آذر آپ کا چچا تھا۔ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے حدیث موجود ہے کہ

عم الرجل صنوا بیه آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے

نیز قرآن پاک میں صریح آیت موجود ہے جس میں چچا کو باپ کہا گیا ہے کتب سابقہ، تورات موجودہ اور اناجیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے

(انجیل لوقا باب ۳)

سوال نمبر 6: نبی اکرم ﷺ کے والدین کے پھر زندہ ہونے اور ایمان لانے کے بیان والی حدیث شریف میں ضعف بتایا گیا ہے یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب: واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ابوین شریفین کے ایمان میں شبہ کرنے والی روایات بھی صحیح وصریح نہیں بلکہ ضعیف ہی بتائی گئی ہیں اور ضعیف روایات کو احکام یا عقائد میں حجت نہیں مانا جاتا لیکن فضائل کے بیان میں ضعیف حدیث کو سبھی قبول کرتے ہیں اور یہ احیائے ابوین بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی فضیلت وفضائل کی بات ہے چنانچہ ملاحظہ ہو محدثین ومحققین نے جن احادیث کو ضعیف کہا ہے ان کے ضعیف ہونے کی وجہ بھی بیان کی ہے اور مسائل وفضائل ہر دو کے بارے میں اصول وقواعد مختلف ہیں۔ اگر حدیث فی الواقع ضعیف ہو تو کسی بات کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوگا مگر مستحب یعنی پسندیدہ ہونا ثابت ہوگا اور فضائل میں سبھی ضعیف روایات کو قبول کرتے ہیں۔ کسی حکم، عمل یا بات کا وجوب واستحباب کے اثبات میں محدثین جو حدیث پیش کرتے ہیں اس حدیث کا اصطلاحی درجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ پس حدیث سے ناواقف یا حدیث کو کم تر سمجھنے والے جہلاء وغیرہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ ضعیف حدیث سے مراد غلط یا جعلی حدیث ہے

جبکہ ضعیف حدیث کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا۔

امام ابن ہمام فتح القدیر میں واضح فرماتے ہیں کہ ضعیف کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حدیث باطل ہوتی ہے بلکہ ضعیف حدیث دراصل محدثین کی مقرر کردہ چند شرائط پر پوری نہ اترنے والی حدیث کو کہتے ہیں۔ اسناد میں روایت کے ضعیف (کمزوری) کے باوجود وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔

علمائے دیوبند کے مشہور عالم جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ!

حدیث جعلی نہ ہو، ضعیف ہو تو بھی استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔(**والا ستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع**) (مقدمہ فتح الملہم شرح مسلم)

غیر مقلد اہل حدیث کہلانے والوں میں مشہور عالم جناب نذیر حسین محدث فرماتے ہیں!

حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو، استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ بحوالہ فتاویٰ نذیریہ ۱:۳۱۵)

نیل الاوطار میں جناب شوکانی بھی فرماتے ہیں کہ ضعیف روایات مل کر بلند مرتبہ ہو جاتی ہیں اور مستحب (پسندیدہ) اعمال میں کام دیتی ہیں۔ ضعیف حدیث کی بنیاد پر کسی کو کافر و مشرک ہرگز نہیں کہا جا سکتا لیکن ضعیف روایت فضائل میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ حدیث کے ماہرین جانتے ہیں کہ حدیث کے ماہرین نے حدیث کی صحت پرکھنے کیلئے کچھ اصول مقرر کئے ہیں راوی (سن کر یا دیکھ کر بیان کرنے والے) کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے حدیث کو ضعیف (کمزور) کہا جاتا ہے یا اصل الفاظ بیان کرنے کی بجائے اپنے لفظوں میں معنی بیان کرنے پر حدیث کے راوی پر کلام کیا جاتا ہے۔

لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان والی حدیث موضوع یا جعلی ہے۔

لمحہ فکریہ

سابقہ تفصیل سے اہل ایمان کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ وہ لوگ جو نسبت رسول ﷺ وقرابت رسول ﷺ کا احترام نہیں کرتے اور رسول مکرم ﷺ کے والدین یا اولاد کے بارے میں اپنی زبان وقلم کو گستاخانہ اور منفی پیرائے میں دراز کرتے ہیں، وہ شدید غلطی پر ہیں۔ وہ گستاخ لوگ جو رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں طعن وتشنیع اور بے ادبی وگستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں انہیں توبہ کر کے خود کو اس سنگین جرم سے پاک کرنا چاہیے ورنہ دنیا وآخرت کا خسارہ اور عذاب ہی وہ اپنے لئے ذخیرہ کریں گے۔

سابقہ مطالعہ سے آپ نے ملاحظہ کیا کہ ہمارے نبی پاک ﷺ اپنے حسب ونسب میں بھی سب سے اولیٰ واعلیٰ اور تمام مخلوق میں سے بھی سب سے بلند وبالا ہیں کچھ اہل علم کہلانے والوں نے بھی رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان واسلام کے حوالے سے نصوص میں تعارض کی وجہ سے شدید اجتہادی غلطی کرتے ہوئے نامناسب کلام کیا ہے۔ بعض نصوص کے ظاہر سے ان اہل علم کو مغالطہ ہوا۔

قارئین نے مذکورہ ارشادات سے بخوبی جان لیا کہ وہ مقدس ماں باپ جن کے صلب وشکم اقدس میں رسول کریم ﷺ رہے وہ پاک وطیب اور نہایت مبارک ہیں۔

حکایت:۔

ایک بزرگ کے پاس ایک صاحب گئے اور نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں بدکلامی کی۔ اس بزرگ نے انہیں انگور پیش کئے اور کہا کہ یہ انگور کھائیے اور ایک بات پر توجہ فرمائیے وہ یہ کہ یہ انگور کیکر کے درخت پر لگے ہیں۔ وہ صاحب بے ساختہ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیکر کے درخت پر انگور نہیں لگ سکتے۔ بزرگ

مسکرائے اور فرمایا بھائی خود ہی سوچئے کیکر کے درخت پر انگور نہیں لگ سکتے تو مشرک و پلید وجود سے اللہ کا نبی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

غور فرمائیں!

ہم چار پیسے کا دودھ کسی ناپاک اور گندے برتن میں نہیں ڈالتے تو اللہ تعالیٰ اپنا مقدس حبیب، اپنا پاک نور کیسے ناپاک وجود میں رکھ دیتا؟ مشہور روائتوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لباس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی کیوں کہ مکھی نجاست پر بیٹھتی ہے تو اللہ کریم نے اسے اپنے محبوب کے لباس پر بیٹھنے ہی نہ دیا۔ اندازہ کر لینا چاہئے کہ جس لباس پر نجاست والی مکھی نہ بیٹھنے دی جائے تو اس محبوب کو ناپاک وجود میں کیسے رہنے دیا جا سکتا ہے؟

ہمیں غور کرنا چاہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے کا انکار اور ان کی بے ادبی خود ہمارے ایمان کیلئے مسئلہ ہو سکتی ہے۔ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ اس نظریے سے ہم غیر مسلموں کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع فراہم کریں گے۔

ایمان اور عقیدت و محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان مقدس ہستیوں کے مومن موحد ہونے میں کسی مومن کو شک وشبہ تک نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی معقول دلیل نہ بھی ہوتی تو بھی ایمان اور عقیدت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم بغیر کسی دلیل کے بھی ابوین شریفین کا اقرار واعتراف کریں۔

جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں اپنی سمجھ کو تو اہمیت دیتے ہیں لیکن حقائق کو خاطر میں نہیں لاتے وہ کیوں نہیں سوچتے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان جس پتھر پر جم گیا اسے سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔

جس مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام چالیس دن رہے وہاں خوشبوؤں نے گھر بنا لیا۔

رسول اکرم ﷺ کے جسم سے مس ہونے والا زمین کا ٹکڑا عرش معلیٰ سے افضل ہو گیا۔

جس زمین کے ٹکڑے پر کثرت سے نبی کریم ﷺ کے قدم آئے وہ ریاض الجنتہ بن گئی۔

یہی نہیں بلکہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا خون مبارک جس شخص نے پیا اسے جنتی مرد قرار دیا گیا۔

جس دستر خوان سے نبی کریم ﷺ نے ہاتھ پونچھ لئے اسے دنیا کی آگ نے نہیں جلایا۔

جس کسی نے نبی رحمت ﷺ کا بول مبارک پی لیا اس نے خود پر آتش دوزخ حرام ہونے کی نوید پالی۔

جسم اقدس رسول مکرم ﷺ سے لگنے والا لباس وہاں نہیں جلتا جہاں جبرائیل علیہ السلام کے پر جلتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ خود اپنے تراشیدہ بال مبارک ناخن مبارک اپنے صحابہ کو عطا فرماتے وہ ان سے فتح وشفاء پاتے اپنے کفن میں شامل کرنے کی وصیت کرتے۔

وہ مقدس ومطہر نبی ﷺ جس کے لباس پر وہ مکھی نہ بیٹھ سکی جو نجاست پر بیٹھی۔

وہ نبی ﷺ جس کے امتی کا بچہ حافظ قرآن ہو جائے تو وہ نبی اس کے باپ کو جنتی ہونے کی بشارت دے اسے عزت وکرامت کے تاج پہنائے جانے کی نوید سنائے۔

اس مقدس رسول ﷺ کے بارے میں کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ وہ معاذ اللہ کسی مشرک وپلید وجود میں نو ماہ رکھا گیا ہو یا جس وجود میں وہ رہا ہو وہ جسم پلید ہی رہا ایا جہنمی رہا؟

انتباہ

یہ مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ اگر احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو ایمان سے محروم ہو جاؤ گے کیا حضور ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کفریہ کلمات کہنا کوئی آسان کام ہے۔

اللہ سبحانہٗ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا.
(الاحزاب)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کیلئے (اس نے) بڑا ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نسبت کی اثر انگیزیاں

نسبت ایک عظیم شے ہے۔ نسبت ادنیٰ کو اعلیٰ، ارزل کو افضل، کمتر کو بہتر اور بہتر کو بہترین بنا دیتی ہے۔ اس کی وجہ سے عام، خاص اور خاص اخص ہو جاتے ہیں۔ نسبت ہی سے مقہور محبوب، مردود مطلوب، رذیل عزیز، پست بلند اور بلند بلند تر ہو جاتے ہیں۔ نسبت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ اچھی نسبت باعث محبت و جنت ہے۔ بری نسبت باعث نفرت و جہنم ہے۔ اس لئے کوشش کریں کہ اچھی نسبت ہی حاصل ہو۔

نسبت کی کرم نوازیاں:۔

پانی ہر جگہ دستیاب ہے لیکن یہ اچھی نسبت کا کمال ہے کہ جس پانی کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے نسبت ہے اس کی وجہ سے وہ اتنا محترم بن گیا

کہ ہر آنے والا اس سے اپنی پیاس بجھا رہا ہے۔ ہر کوئی اسے لئے جا رہا ہے۔ آب زمزم کی تلاش میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسبت کو تلاش کیا جا رہا ہے۔

صفا اور مروہ بھی دیگر پہاڑوں کی طرح دو پہاڑیاں ہی تو تھیں لیکن حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہما ان کے درمیان دوڑیں تو ان کے مبارک پاؤں کی برکت سے ان کو یہ بلند مقام ملا کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والے پر ان کے درمیان دوڑنا بھی ضروری قرار پایا۔ (بقرہ:۱۵۸)

اور اسی نسبت کی وجہ سے ان پہاڑیوں کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرار دیا گیا۔

(بقرہ:۱۵۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر فرمائی آپ کے پائے مبارک کی نسبت سے وہ پتھر اس قدر معظم ہو گیا کہ اس کو بیت اللہ کے سامنے نصب کیا گیا اور حکم فرمایا:

﴿واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی﴾

''اور بنالو ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز''

اللہ اکبر! پاکیزہ لوگوں کی نسبت نے پتھر کو کتنا بلند کر دیا؟ معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندوں کے جہاں قدم لگ جائیں وہ جگہیں مقدس و متبرک ہو جاتی ہیں۔

بوجہ نسبت دس جانور جنت میں :-

اللہ اللہ! نسبت کی جلوہ فرمائیوں، کرم نوازیوں اور سایہ گستریوں کا کہاں تک ذکر کیا جائے۔ نسبت کے کمال نے اثر بھی دکھایا کہ صرف خاصان خدا کی سنگت کی برکت سے جانور جنت میں چلے جائیں گے۔ سنئے سنئے! مفسر قرآن حضرت علا

محمد آلوسی علیہ الرحمہ حضرت امام مقاتل رضی اللہ عنہ کے بقول نقل فرمارہے ہیں:

دس جانور جنت میں جائیں گے:

۱- حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ ۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا۔
۳- حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دنبہ۔ ۴- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گائے۔
۵- حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔ ۶- حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا۔
۷- حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی۔ ۸- حضرت ملکہ بلقیس سلام اللہ علیہا کا ہدہد۔
۹- حضرات اصحاب کہف کا کتا۔ ۱۰- رسول کریم ﷺ کی اونٹنی۔

ان تمام جانوروں کو مینڈھے کی شکل دے کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔
(تفسیر روح المعانی وتفسیر فتح القدیر)

سبحان اللہ! عالی نسبت نے ان جانوروں کو پستی سے کتنی بلندی پر پہنچا دیا؟ جب جانوروں پر نیکوں کی نسبت وصحبت نے یہ رنگ چڑھا دیا ہے تو پھر انسانوں اور مسلمانوں کو ان کی نسبت سے کتنی عزت وعظمت ملے گی، یہ اپنے دل سے پوچھیں!

بڑی شے ہے نسبت مصطفیٰ ﷺ:-

اوپر دیگر محبوبان خدا کی نسبت کا ذکر ہوا۔ اب اس محبوب ﷺ کی نسبت کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں! جو تمام محبوبوں کا محبوب ہے۔ جو سب سے زیادہ مقرب اور جس کی رضا خود خدائے لم یزل کو بھی مطلوب ومحبوب ہے۔ یعنی جان دو عالم، باعث تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ کی مبارک نسبت کی ذرہ نوازیاں بھی دیکھتے جائیں کہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں پوری سورۃ لہب "**تبت یدا ابی لھب**" نازل ہوئی، لیکن اس نے ولادت مصطفیٰ ﷺ پر بھتیجا سمجھ کر خوشی مناتے ہوئے اپنی لونڈی آزاد کی تو اسی نسبت سے ہر پیر شریف کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔

(زرقانی ۱/۱۳۸، بخاری شریف ۲/۷۶۴، الحاوی للفتاوی ۲/۲۰۸، سیرت حلبیہ ۱/۸۴)

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا وہ خون مبارک جو جنگ احد میں لگنے والے زخموں سے بہا، اس کو چوسا اور نگل گئے۔ اسی مبارک خون کی نسبت کی وجہ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے''۔

(زرقانی ۴/۶۲۹)

ایک مرتبہ رحمت دو عالم حضرت نبی مکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تولئے کے ساتھ اپنے مبارک ہاتھ صاف کئے۔ وہ رومال جب میلا ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اسے تنور میں ڈالتے، اس کی میل کچیل ختم ہو جاتی۔ لیکن صرف محبوب دو عالم ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے اس کا ایک تار بھی نہ جلتا۔

(خصائص الکبریٰ ۲/۸۰)

سبحان اللہ! جو چیز حضور اکرم ﷺ کے بدن مبارک سے لگی وہ آگ سے بری ہوگئی۔ آگ اسے چھو نہ سکی، بلکہ آگ نے مزید اس میں نکھار اور شنگار پیدا کر دیا۔

اللہ اللہ! کہاں تک عرض کیا جائے؟ یہ تو محبوب مکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ کا کمال تھا۔ اب دیکھیں! جس چیز کو محبوب دو عالم ﷺ کے مبارک قدموں سے نسبت ہو جائے، بارگاہ خداوندی میں اسے کیا مقام ملتا ہے۔

شہر مکہ کی قسم! اس میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ شہر مکہ گونا گوں خوبیوں سے متصف ہے۔ اس میں خانہ کعبہ بھی ہے اور صفا و مروہ بھی، آب زمزم کا کنواں بھی ہے اور عرفات و مزدلفہ کے میدان بھی، چومنے کے لئے حجر اسود بھی ہے اور جھومنے کے لئے جبل رحمت بھی، مقام ابراہیم بھی ہے اور مذبح اسماعیل بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی عظمتوں اور برکتوں والے شہر کی قسم ارشاد فرمائی ہے۔

﴿لا اقسم بھذا البلد﴾

''قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی''

لیکن یہ قسم کس لئے ارشاد فرمائی ؟ مندرجہ بالا نشانیوں اور خوبیوں کیوجہ سے نہیں، مذکورہ بالا تمام متبرک مقامات ونشانات یقیناً بڑی عظمت وشان کے حامل ہیں ۔ لیکن خدا تعالیٰ شہر مکہ کی قسم ان نسبتوں کے پیش نظر نہیں اٹھاتا، آخر کیا وجہ ہے شہر مکہ کی قسم اٹھانے کی ؟ اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے خدا تعالیٰ نے خود ہی اعلان فرمایا:

﴿وانت حل بھذا البلد﴾

''دراں حالے کہ آپ بستے ہیں اس شہر میں''

دیکھ رہے ہیں آپ ؟ مکہ مکرمہ کے سارے اعزازات ومشرفات بجا ہیں، لیکن قسم صرف مدنی محبوب علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی وجہ سے ارشاد فرمائی گئی ہے ۔ اللہ اکبر ! جہاں سرور کائنات فخر موجودات علیہ وسلم کے مبارک قدم لگیں، خدا تعالیٰ ان مقامات کی قسمیں اٹھاتا ہے ۔ قسم بڑی ہی پیاری اور معزز چیز کی اٹھائی جاتی ہے ۔ معلوم ہوا خدا تعالیٰ کو قدم محبوب علیہ وسلم سے لگنے والی ہر چیز بہت ہی پیاری اور محبوب ہے کہ خدا اس کی قسمیں اٹھاتا ہے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین

قارئین ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس کسی کو حضور اکرم نور مجسم علیہ وسلم سے ادنیٰ سی نسبت ہوئی، وہ بزرگ وبرتر اور عزت واحترام کی آماجگاہ بن گیا ۔ اور وہ اس قدر بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی قسمیں ارشاد فرما کر ان کی عزت و حرمت میں مزید چار چاند لگاتا ہے ۔ جب مدنی محبوب علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک لگنے سے افراد واشیاء لائق صد احترام ہو جاتے ہیں تو پھر وہ نفوس مبارکہ جن کی پشتوں اور رحموں میں آقائے کونین محبوب دارین علیہ وسلم کا نور مبارک منتقل ہوتا رہا

ہے، ان پاکیزہ ہستیوں کے مقام و مرتبہ کا کیا کہنا؟ ان کی شرافت وطہارت، نجابت و کرامت اور عزت وحرمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

آج اگر کسی کے والدین (خواہ وہ کتنے ہی برے ہوں) کے متعلق زبان کھولی جائے، انہیں گالی دی جائے تو معاملہ کشت وخون تک پہنچ جاتا ہے۔ کتنی دیدہ دلیری اور دریدہ دہنی ہے ان لوگوں کی جو اپنے والدین کو مسلمان اور جنتی کہتے ہیں اور ساری دنیا کو دولت ایمان تقسیم کرنے والے آقا ﷺ کے والدین کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر، مشرک اور جہنمی کہتے ہیں۔

اہل گلشن کے لئے بھی ہے باب گلشن بند

اس قدر کم ظرف باغباں دیکھا نہیں کوئی

خدارا ہوش کے ناخن لو! اب بھی سنبھل جاؤ روز قیامت کس منہ سے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگے! مدنی آقا ﷺ نے پوچھ لیا تو پھر تمہارے پاس جواب جرم کیا ہوگا؟ آخرت کی رسوائی تو روز قیامت اٹھانا ہی پڑے گی، تمہارے لئے دنیا میں جو سزا مقرر کی گئی ہے اسے نگاہ عبرت خیز سے پڑھو!

پڑھتے جاؤ گنتے جاؤ!

☆ حضرت قاضی ابوبکر بن عربی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا:
حضور علیہ السلام کے والدین کو دوزخی کہنے والے آدمی کے متعلق کیا خیال ہے؟
فرمایا: وہ شخص لعنتی ہے۔ (الحاوی للفتاوی: ۲/۲۳۱)

☆ مفسر قرآن حضرت علامہ محمود احمد آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
جو شخص حضور ﷺ کے والدین کو کافر کہے اس کے خود کافر ہونے کا اندیشہ ہے۔
(روح المعانی: ۲/۲۳۲)

☆ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

جو آدمی حضور علیہ السلام کی والدہ مکرمہ پر کفر وشرک کی تہمت لگائے اس کو قتل کردیا جائے، خواہ مسلمان ہو یا کافر۔ (الحاوی للفتاویٰ ۲۳۳/۲)

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے کاتب نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے والد کو (معاذ اللہ) کافر کہا تو آپ سخت غضبناک ہوئے اور اسے عہدے سے معطل کردیا۔

مخالفین کی تائید:۔

یہ تو اکابر مفسرین ومحدثین کے بیانات تھے۔ اس حقیقت کو غیر مقلد وہابی حضرات کے نواب صدیق حسن اور ابراہیم میر سیالکوٹی نے بھی مانا ہے۔ نواب صدیق نے لکھا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ ایمان لائے''

(الشمامۃ العنبریہ)

اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے حضور ﷺ کے والدین کے متعلق علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ساتھ ان کے ایمان اور پرہیزگاری کا ذکر کیا ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ۱/۱۰)

اور لکھا ہے کہ اس عقیدہ کے خلاف نظریہ رکھنے والے گستاخ پیرو ہیں۔ اور علماء متقدمین ومتاخرین کو کوسنے میں خوب مشتاق ہیں۔ (سیرت المصطفیٰ ۱/۱۰۵)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ حضور ﷺ کے والدین کریمین کے خلاف نظریہ کو ہر کوئی خطرناک قرار دے رہا ہے۔ والدین کریمین کی محبت اپنے سینوں میں سمایئے! اور نسبت مصطفیٰ ﷺ کا احترام کیجئے! اس میں ہماری نجات ہے۔

بڑی شے ہے نسبت مصطفیٰ ﷺ

ہے وسیلہ اپنی نجات کا

آخری گذارش:-

عقلمند کو چاہیے ایسی پر خطر جگہ پر احتیاط سے کام لے۔

حجتہ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں!

کہ کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک یقین سے ثابت نہ ہو۔ کُفر کی نسبت کا معاملہ بہت ہی دشوار ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے سبق لیا جائے۔

فرماتے ہیں اگر کسی میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا ہو تو اس کے لئے بھی کفر کی نسبت جائز نہیں۔

کیا تمہارا ایمان گوارہ کرتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ادنیٰ غلام تو جنت میں داخل ہوں اور جن کے نعلین سے جنت بنی ہو ان کے والدین دوسری جگہ معاذ اللہ. غضب و عذاب میں مبتلا ہوں؟ کیا سیدہ آمنہؓ حضرت موسیٰ کی والدہ سے بھی کم ہیں؟

کیا یہ آپ کو پسند ہوگا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی والداؤں کو جنت میں دیکھیں اور محبوب خدا ﷺ کی والدہ وہاں نظر نہ آئیں۔

افسوس ایسی عقل پر ایسی سوچ پر!

اور کوئی تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا! چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے، اللہ انہیں

لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (یعنی شک نہ کیا جائے)

پہلا شخص کتاب اللہ میں بڑھانے والا۔ دوسرا تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ تیسرا جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے جسے خدا نے ذلیل کیا اسے عزت دے۔ جسے عزت والا بنایا اسے ذلیل کرے۔ چوتھا حرم کی بے حرمتی کرنے والا۔ پانچواں میری عترت کی ایذا اور بے عزتی روا رکھنے والا۔ چھٹا وہ جو میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑ دے۔ (ترمذی۔ حاکم طبرانی)

احادیث میں واضح ہے کہ
نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا!
میرے رشتے ناطوں کے سوا تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔
اور فرمایا کہ میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔
اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت دوزخ میں داخل نہ ہوں گے۔
اس کے بعد قرابت رسول ﷺ کا خیال نہ کرنا اور نسبت رسول ﷺ کا احترام نہ کرنا کتنا سنگین جرم ہے۔
اب جو شفاعت مصطفیٰ ﷺ کا طلبگار ہے وہ اپنے عقیدے کو درست کرلے آقا ﷺ کی نسبتوں کا احترام کرے ورنہ! کل قیامت کو حضور پاک ﷺ کی شفاعت کی کیا امید رکھے گا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے وہ قیامت میں اگر مان گیا

مصنف کی دیگر تصانیف

احکام شرعیہ مرض سے موت تک

روزہ و رمضان المبارک کے احکام و مسائل

بدعت کی شرعی حیثیت

میلاد النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم

عظمت و مقام ابوین شریفین سید الوری صلی اللہ علیہ وسلم

مسائل قربانی

زکوۃ کے احکام و مسائل

قربانی کے احکام و مسائل

حضور ضیاء الامتؒ ہمہ جہت شخصیت

شہید ناموس رسالت غازی عامر عبدالرحمٰن شہیدؒ

غیر مطبوعہ تصانیف

ضیاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (سیرت طیبہ)

ضیاء الصلوٰۃ (نماز کے احکام و مسائل)

ملنے کا پتہ

انجمن غلامانِ چشتیہ پاکستان

محلہ رحیم پورہ، الہ آباد، وزیر آباد